الحکم کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد مبارک

وہ احباب جو الحکم کے معاملہ میں بے پرواہی یا عدم توجہی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو غور سے پڑھیں۔ جو حضور نے اس سالانہ جلسہ پر اخبارات سلسلہ کی سفارش فرماتے ہوئے الحکم کے متعلق فرمایا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ مخلصین سلسلہ حضرت امام کی آواز پر الحکم کو جاری رکھنے کے لئے چند سکوں کی قربانی کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ (ایڈیٹر)

حضور نے فرمایا:-

"الحکم پھر جاری ہوا ہے پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر پھر معلوم نہیں۔ کہ وہ کیوں سو جاتا ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب میرے استاد ہیں۔ اس لئے مرنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اور اس لئے میں نے سو جاتا ہے کہا ہے۔ وہ اُسے جگاتے ہیں۔ مگر پھر سو جاتا ہے۔

بہر حال یہ بہت پرانا اخبار ہے۔ اور اس نے ابتدائی زمانہ میں ایسی خدمت کی ہے کہ جماعت اس کا بدلہ نہیں اتار سکتی سلسلہ کی بہت سی تاریخ اس کی وجہ سے محفوظ ہے۔ اور اگر دوست اس کی پرانی خدمات کی وجہ سے ہی ان کی مدد کیا کریں۔ تو یہ بھی اچھی بات ہے۔ اور ممکن ہے اس طرح وہ بھی چل نکلے۔

آخر جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں۔ تو اُن کی خدمت بھی تو انسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کوئی کام وغیرہ نہیں کر سکتے۔ مگر جو خدمت بھی بڑھاپے میں انکی کرنی پڑے۔ انسان کرتا ہے۔ کوئی گھر سے تو نکال نہیں دیتا۔ بلکہ شرفاء تو ایسے وقت میں زیادہ خدمت کرتے ہیں۔

اس صورت کو مد نظر رکھتے ہوئے دوست الحکم کو کم از کم اتنا ہی سہارا دیتے جائیں۔ کہ اُسے یہ کہنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ کہ دوست اس کے جاری رہنے میں کوئی مدد نہیں کرتے"۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع کیا)

قادیان دارالامان میں ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر آف پٹیالہ کا ورود

۱۴؍اپریل ۱۹۴۱ء کو ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر آف پٹیالہ ڈیڑھ بجے دن کے بذریعہ کار اپنے مختصر سٹاف کے ساتھ آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب سے دوستانہ تعلقات کے سلسلہ میں تشریف فرما قادیان ہوئے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ نے ممبران کور کی ایک جمعیت کے ساتھ ہز ہائی نس کا خیر مقدم کیا۔

ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر نے آنریبل سر چودھری صاحب کی کی کوٹھی بیت الظفر میں قیام فرمایا۔ اسی دن عصر کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر کے اعزاز میں چائے کی دعوت حضور کی کوٹھی دار الحمد میں ہوئی۔

شام کو آنریبل چودھری صاحب نے مہاراجہ بہادر کو کھانے کی دعوت دی۔ جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی تشریف فرما ہوئے۔

۱۵ اپریل ۱۹۴۱ء کو مہاراجہ بہادر نے سکول اور سلسلہ کے دفاتر کا آنریبل چودھری صاحب کی معیت میں معائنہ فرمایا۔

اسی روز مقامی سکھ مردوں، عورتوں نے بیت الظفر میں جمع ہو کر مہاراجہ بہادر کی زیارت کی۔ پھولوں کے ہار اور پگڑی وغیرہ حسب دستور پیش کی۔ جو قبول کی گئی۔ مہاراجہ صاحب کی طرف سے مقامی گوردوارہ کے لئے ایک رقم مقامی سکھ صاحبان کے سپرد کی گئی۔

مہاراجہ بہادر پہلے والئے ریاست ہیں۔ جنہوں نے قادیان میں اپنی تشریف آوری سے ساکنین قادیان کو مسرور فرمایا:۔

سری مہاراج ایک بہت بڑی ریاست کے مالک ہیں۔ جن کی ریاست کا رقبہ ۵۹۳۲ مربع میل ہے۔ اور آبادی قریباً ۱۹ لاکھ۔ اور سالانہ آمدنی .... ۱۵۷ روپیہ ہے۔ آپ کا اسم گرامی ہز ہائی نس مہاراجہ یادوندر سنگھ مہندر بہادر ہے۔ آپ بہت بڑے وسیع اخلاق کے مالک ہیں۔ ملک کے ہر طبقے میں آپ کا نام بہت اعلیٰ خوبیوں اور صفات کی وجہ زبان زد ہے اور سکھوں میں تو آپ کو نہایت ہی شردھا سے دیکھا جاتا ہے۔

آپ نے سکھ قوم کی بہبودی اور اپنی رعایا کی فارغ البالی کے لئے گراں بہا خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ اپنی رعایا کے مسلم اور غیر مسلم طبقات کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہر دو طبقات نہایت مطمئن حالت میں پائے جاتے ہیں۔

مہاراجہ بہادر بہت بڑے سپورٹس مین ہیں۔ اور جہاں دیگر علمی اداروں کے سرپرست ہیں۔ وہاں آپ سپورٹس کے بھی بہت بڑے مربی اور سرپرست ہیں۔ چنانچہ آپ نے پٹیالہ میں ایک بہت بڑا اولمپک اسٹیڈیم تعمیر کرایا۔ جو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام ایشیا میں بے نظیر ہے۔

مہاراجہ بہادر میں بہت بڑی مذہبی رواداری پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کا قادیان کا سفر بھی اس مذہبی رواداری کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ مہاراجہ بہادر کی زندگی اور اقبال میں برکت دے۔ اور ان جیسی رواداری کی روح کو ملک کے دیگر والیان ریاست میں پیدا فرمائے۔ آمین ⁂

"ہم"

دو عالم کی جبیں سے غازۂ بدعت اڑا دیں گے
دلوں پر مذہبِ اسلام کا سکہ جما دیں گے

ہمارا کام ہے تبلیغِ دینِ احمدِ مرسل
ہر اک گمراہ کو توحید کا ساغر پلا دیں گے

کریں گے از سرِ نو تازہ جذبِ عجز و الفت کو
اخوت کے ہر اک خوابیدہ نغمے کو جگا دیں گے

بنیں گی پھر دہکتی دھوپ میں تابین شمشیریں
سکت پھر بازوئے مسلم کی دنیا کو دکھا دیں گے

قیامت تک نہ اتریگا نشہ جس کا دماغوں سے
وہ اخلاق و مروت کی زمانے کو پلا دیں گے

چٹانوں سے بھی ٹکرا جائیں جو وہ دل ہیں پہلو میں
ہماری راہ میں جو بھی ہوا حائل مٹا دیں گے

ہمارے دل میں پنہاں کیمیا ہے احمدیت کی
ہماری راہ میں جو بھی ہوا حائل مٹا دیں گے

جو کہلاتے ہیں محمودی جواں ثاقب وہ ہم ہی ہیں
وہ ہم ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ مردوں کو جلا دینگے[1]

ثاقب زیروی

[1] انشاء اللہ

ایڈیٹر صاحب نور کو مبارک باد

ہم کو اس امر کی از حد خوشی اور مسرت ہے کہ ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر آف پٹیالہ نے ۱۵؍اپریل کو نور بلڈنگ میں بنفس نفیس بمعیت آنریبل سر چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب و چودھری محمد الدین صاحب ممبر کونسل آف سٹیٹ و عملہ حضوری تشریف فرما ہو کر جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی عزت افزائی فرمائی۔

سردار صاحب موصوف کے تعلقات ریاست پٹیالہ سے سابق مہاراجہ صاحب آنجہانی کے زمانہ سے ہیں۔ وہ سردار صاحب موصوف سے گفتگو میں بے تکلفی کا رنگ رکھتے تھے موجودہ مہاراج نے اس تعلق کو چار چاند لگا دیئے۔ سردار صاحب کی اس عزت افزائی پر میں صدق دل سے ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

(محمود احمد عرفانی)

"اسلام کی ترقی و تنزل کی داستان چشمِ تصور میں"

(اور)

احمد موعود علیہ السلام کا ظہور

میں نے ایک دن عالم تصور میں اس کرۂ ارض پر پرواز کی۔ میں نے دیدۂ بینا سے چند نظارے دیکھے۔ جن کو میں صفحۂ قرطاس پر لکھ رہا ہوں۔

میں نے دیکھا

ایک تندرست و توانا آدمی ایک بلند و بالا پہاڑ پر چڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر قوت و عزم کے نشانات ثبت تھے۔ اس کی صحت مضبوط اور اس کا جسم توانا تھا۔ اس کا قدم تیزی سے اُٹھ رہا تھا۔ اور وہ ہر لمحہ بلندی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت کھیل رہی تھی۔ اس لئے کہ وہ اپنے منزل مقصود کے قریب پہنچ گیا تھا۔ مگر دیکھتے دیکھتے اس کا قدم پھسلا اور وہ بلندی سے لڑھکتا ہوا زمین پر آ رہا۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے۔ اس کا سر اور منہ خون سے لت پت ہو گیا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس کے جسم پر صدہا زخم اور خراشیں آ گئیں۔ وہ اب بے ہوش تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے سانس میں سستی تھی۔ خون بہہ جانے سے اس کا چہرہ زرد تھا۔ اور وہ بول نہ سکتا تھا۔ راستہ چلنے والے لوگ رُک گئے۔ اور اس کو اپنے ہمراہ گھیرے میں لیکر کھڑے ہو گئے۔ ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلو۔ تاکہ وہ اس کے علاج میں جلدی کرے۔ اس کا خون بند کرے اور ہڈیوں کو باندھ دے۔ اور پھر اس درد کا درماں کرے۔ جو اسے لاحق ہے۔ چنانچہ کچھ ہمدرد آگے بڑھے اور انہوں نے اسے اٹھایا۔ اور ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔

پھر میرے تصور نے مجھے ایک اور منظر دکھلایا۔ ایک ریتیلا میدان تھا۔ جس میں ایک کمزور اور بڈھا انسان چلا جا رہا تھا۔ شدت کی دھوپ پڑ رہی تھی۔ راستہ میں کسی جگہ سایہ نہ تھا۔ اور راستہ بڑا طول طویل تھا۔ بڈھے کو راستہ کی طوالت کی وجہ سے تھکان شروع ہوئی۔ اور اس کے ساتھ اس پر پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کے گلے میں کانٹے پڑنے لگے۔ اور اس کا منہ خشک ہونے لگا۔ اس کا قدم سست ہونے لگا۔ اور اسے تھکاوٹ ہونے لگی۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ شدت پیاس سے اس کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑنے لگیں۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ دیکھنے والوں نے اس کی حالت کو دیکھا۔ اور محسوس کیا کہ پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ ہلاکت کے منہ میں جا رہا ہے کسی شخص نے جو اس منزل کا واقف تھا۔ دوڑ کر اس کے لئے پانی مہیا کیا۔ اور اس کے منہ میں پانی ٹپکایا۔ اور اس کی موت کو حیات میں تبدیل کر دیا۔ میں نے اس نظارہ کو دیکھا۔ اور میں متاثر ہوا۔

ایک تیسرا نظارہ

سمندر میں ایک جہاز جا رہا تھا۔ اس میں بڑے بڑے لوگ سوار تھے۔ ہوا بڑی خوشگوار اور موافق تھی۔ اس لئے اس میں جو لوگ سوار تھے سب بے فکری کے عالم میں پڑے ہوئے تھے کوئی سطح جہاز پر مست خرام تھا۔ اور کوئی کسی قسم کے کھیل میں مشغول تھا۔ کوئی پڑھ رہا تھا۔ اور کوئی سویا ہوا تھا۔ ایک غفلت کا عالم طاری تھا۔ جہاز کی دنیا نے مسرتوں اور کیف آور کیفیتوں کا عالم پیدا کر رکھا تھا۔ شام کی ٹھنڈی ہوا۔ اور جہاز کی خوشگوار موسیقی ملکر ایک کیف پیدا کئے جا رہے تھی۔ کہ یک بیک جہاز کو ایک سمندری حادثہ پیش آگیا۔ اور جہاز میں ایک غیر معمولی شگاف پیدا ہو گیا۔ سمندر میں جہاں ہو کا عالم تھا۔ اور کہیں دُور نزدیک کوئی اور چیز نظر نہ آتا تھا۔ جو اس جہاز کے مسافروں کو بچائے۔ تاہم جہاز کے آلات برقی میں ایک حرکت پیدا ہوئی۔ اور سمندر میں سینکڑوں میلوں تک اس نے اپنے ڈوبنے اور حادثے کی اطلاع کر دی۔ تاکہ دُور نزدیک کے جہاز وقت پر پہنچ سکیں۔ اور ان مصیبت کے ماروں کو بچا سکیں۔ جہاز کے ہارن نے دل سوز اور دل گداز آوازیں دیں کشتیوں کے لنگر کھول دیئے گئے۔ لائف بلٹس لگا دی گئیں۔ تختہ جہاز پر عورتیں اور بچے اور کچھ بوڑھے اور پھر جوان اور عملہ جہاز اکٹھا ہو گیا۔ مگر اپنی جان بچانے کے لئے بیسیوں انسان ضبط اور تحمل کا ساتھ چھوڑ گئے۔ انہوں نے کود کود کر عورتوں اور بچوں سے قبل اپنے آپ کو سمندر میں اُتری ہوئی کشتیوں میں پھینک دیا۔ ہر شخص اپنی جان بچانے کے لئے بے قرار تھا۔

دُور دُور سمندر میں چلنے والے جہازوں نے اپنے رخ پھیر کر تیزی سے اس ڈوبنے والے جہاز کا رُخ کیا۔ تاکہ وہ ڈوبنے والوں کو سلامتی کے لئے اپنی خدمات پیش کر سکیں۔

ایک عظیم الشان شہر میں ایک دس منزل کے بلند و بالا مکان کو آگ لگ گئی۔ آگ کی لپٹ میں ساری عمارت تھی۔ لاکھوں روپیہ کی جائداد۔ نوٹوں کے بنڈل۔ سونے چاندی کے برتن۔ مخمل کی کرسیاں اور قیمتی میزیں اور دیگر قسم کے سامان دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ آگ بجھانے کے انجن والے انجن لگے ہوئے تھے تاکہ کسی طرح آگ پر قابو پایا جائے۔ اور اس عذاب سے شہر کے دوسرے لوگوں کو بچایا جائے۔ اس نفسا نفسی کے وقت میں ایک چیخ اوپر کی چھت سے سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ ایک بچہ اوپر کی منزل میں آگ کی لپٹ میں آ رہا ہے۔ اور یہ چیخ اس بچے کی ہے۔ مکان جو آگ کی بھٹی بن رہا تھا۔ جس کے قریب کھڑا ہونا قطعاً ناممکن تھا۔ اور بڑے سے بڑے بہادر اور سورما کا دل بھی پانی ہو رہا تھا۔ اور اس کے قریب جانے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ اس آواز کو سنکر حکومت کے وہ آدمی جو فائر بریگیڈ کے محکمہ میں ملازم تھے۔ انہوں نے کمر ہمت باندھی۔ اور لمبی لمبی سیڑھیاں آگ کے شعلوں میں لگا دیں۔ اور وہ نہایت پھرتی کے ساتھ آگ کے دیو کی زبانوں پر سے گذرتے ہوئے اس کمرے کے اندر جہاں دھواں پھیلا ہوا تھا۔ جس نے کمرے کو تیرہ و تار بنا دیا ہوا تھا اور جہاں سانس گھٹ رہا تھا پہنچ گئے۔ اور اس بچہ کو جو اب بے ہوش ہو گیا تھا کسی طرح سے ٹٹول کر لے آئے۔ اور پھر اسی طرح آگ کو چیرتے ہوئے نیچے پہنچ گئے۔ اور اس بچے کو ہلال احمر کے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ جو اسے اپنی گاڑی میں اٹھا کر لے گئے۔ تاکہ اس کی زندگی کو بچا سکیں۔

چوتھا نظارہ

ایک شہر آباد تھا۔ اس میں بڑی چہل پہل تھی۔ کہیں باجے بج رہے تھے۔ کہیں کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ کہیں شادی تھی کہیں گانا ہو رہا تھا۔ ایک دنیا تھی جو زندگی کی مے پی کر متوالی ہو رہی ہوئی تھی۔ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ نے ان مست اور متوالے لوگوں کو اپنے وجود کا پتہ دینے کے لئے اس زمین میں ایک حرکت پیدا کی زلزلہ آگیا۔ بلند و بالا عمارتیں مٹی کا ڈھیر بن گئیں۔ زندہ مردوں کی صف میں چلے گئے۔ اور ہزاروں من مٹی کے نیچے دب گئے۔ جب امن ہوا خلقت کے عمائد اور کارندے فوجوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ بڑے زور زور سے کراہ اور پھاوڑے چلنے لگے تاکہ ہزاروں منوں مٹی کے نیچے کوئی سسکتی اور بے ہوش جان ہو تو اس کو بچا لیا جائے۔

میرے سامنے چشم تصور میں یہ سب واقعات آئے۔ اور سینما کے نظاروں کی طرح گذر گئے۔ اور میں ہر ایک نظارہ سے متاثر ہوتا رہا۔ میں نے اپنے دل سے کہا۔ کہ انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے ہر انسان کا کتنا فرض ہے۔ حکومت کا۔ ہمسائیوں کا۔ راہ گذروں کا۔ واقف کاروں اور ناواقفوں کا کتنا بڑا فرض ہے۔ اور اس کا نام ہی انسانیت ہے۔ اور یہ کس قدر پاکیزہ جذبہ ہے۔ میں ان خیالات میں محو تھا۔ کہ میرے سامنے گذشتہ تاریخ کے بعض واقعات آنے لگے۔ میں نے دیکھا:-

---

ایک قوم ہے۔ جس پر ایک حاکم قوم مسلط ہو رہی ہے حاکم قوم کے لوگ اُن کو ذلیل کرتے ہیں۔ مارتے ہیں۔ بیگار لیتے ہیں۔ بات بات پر توہین کرتے ہیں۔ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتے ہیں۔ ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ وہ قوم عاجز و درماندہ ہے اس قوم کو اس ذلت و ہلاکت سے بچانے کے لئے کسی انسان کا دل پسیجتا نہیں۔ اور کسی کی انسانیت جوش میں نہیں آتی۔ تب اُن کی آہیں آسمان کی طرف جانے لگیں۔ خدا نے اُن کے رونے کو سنا۔ اور آسمانی گورنمنٹ حرکت میں آگئی۔ خدا تعالیٰ نے ایک انسان موسیٰ کے نام سے پیدا کیا۔ جس نے اس درماندہ قوم کو مصر کی زمین سے نکل آنے کے لئے کہا۔ جب وہ اس سرکش اور ظالم زمین سے نکل رہے تھے۔ بادشاہ اپنے لشکر اور فوج کو لے کر اُن کے ہلاک کرنے کے لئے نکلا۔ وہ مظلوم گروہ ایک دریا کو عبور کر رہا تھا شاہی لشکر نے اپنے گھوڑوں اور جانوروں سمیت اور شاہی رتھوں سمیت دریا میں مارچ شروع کر دیا۔ تب خدا نے دریا کو حکم دیا۔ کہ تو طغیانی میں آ۔ ایک ہی لہر ایسی آئی۔ کہ بادشاہ اپنی فوجوں سمیت ہلاک ہو گیا۔ اور وہ مظلوم سامنے کی سرسبز وادیوں میں داخل ہو گئے۔ جہاں نہ کوئی ظالم تھا اور نہ کوئی بادشاہ کھلے پہاڑ تھے۔ سبزہ زار تھا۔ چشمے بہہ رہے تھے۔ پرندوں کے جھنڈ تھے۔ شکار کرتے۔ اور کھاتے اور آزادی کے گیت گاتے۔

اس نظارہ کو میں نے تصور کی آنکھ سے دیکھا۔ اور میں نے کہا۔ کہ جن لوگوں کو انسانی شفقت اپنے دامن میں چھپا نہیں سکتی۔ ان کے لئے آسمان کی حکومت حرکت میں آتی ہے اور وہ ان کو بچا لیتی ہے۔

ایک اور نظارہ

میں دُور کے کھلے میدانوں میں چلا گیا۔ ایک وسیع میدان میں...

ایک بلند و بالا معبد تھا۔ جس کے گرد ایک شہر آباد تھا۔ اس معبد میں کئی مصنوعی خداؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ خدا کے ایک بندے ابراہیم نے اس مصنوعی خداؤں کی عبادت کے خلاف آواز بلند کی۔ اور قوم کو خدائے واحد کی طرف بلایا۔ جس سے اس کی قوم برہم ہو گئی۔ اور اسے جلتی آگ میں جلا دینا چاہا۔ خدا نے اس آگ کو حکم دیا۔

قلنا یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراہیم

اس حکم کے نتیجے میں وہ بھٹیاں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور ابراہیم بچ نکلے۔ وہ حکم الٰہی سے اُور سے چل کر شام کے میدانوں میں اور وہاں سے فلسطین کے پہاڑوں پر آ گئے۔ خدا نے اُن کو پہاڑ کی بلندی سے زمین کو دکھایا۔ اور فرمایا جہاں تک تیری نگاہ جاتی ہے۔ یہ زمین میں نے تجھے دی۔ اور فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ جیسے آسمان کے ستاروں کو کوئی گن نہیں سکتا۔ میں تیری اولاد کو اسی طرح بڑھاؤں گا۔ اور کوئی اسے گن نہیں سکے گا۔ ابراہیم بڑھا اور بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی نسل دنیا کے کونوں میں پھیل گئی۔ یہ اس نے ہوا۔ کہ ابراہیم کو اُور کی بستی میں انسانی شفقت میں چھپانے والا کوئی نہ ملا۔ اور اس کی سچائی اور توحید پرستی کی دشمنی اس حد تک کی گئی۔ کہ اسے جلا کر بھسم کر دینے کا عزم کر لیا گیا۔ تب خدا نے اسے اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اور اپنی شفقت میں لے لیا۔ اس قسم کے نظارے میری چشم تصور میں ایک بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ہو کر گزرتے گئے۔ اور میں محو نظارہ تھا۔ کہ ایک آخری نظارہ میرے سامنے آیا۔

عرب کی وادی میں سید ولد آدم پیدا ہوئے۔ خدا کی سب سے بڑی تجلی ان کے وجود سے ریگستانوں کے ذروں میں چمکی۔ ایک نور تھا۔ جس نے صحرائے عرب کو منور کر دیا۔ پراگندہ قوم کو طاقت و قوت دی۔ اونٹ کے چرواہوں کو دولت و شوکت دی۔ وہ اٹھے۔ وہ پھیلے۔ وہ پھولے۔ وہ عرب سے نکل کر افریقہ کے لق و دق صحراؤں میں سے ہوتے ہوئے ٹیونس الجزائر تک پہنچ گئے۔ انہوں نے سمندروں کو چیرا۔ وہ سپین اور جبل الطارق تک جا پہنچے۔ انہوں نے یورپ کے قلب پر حملہ کیا۔ وہ بلقان اور فرانس کی حدود تک چھا گئے۔ مشرق میں مغرب میں۔ شمال میں جنوب میں۔ بر و بحر میں ان کے جھنڈے اڑنے لگے۔ قومیں ان کی سلطنت اور شوکت سے لرزنے لگیں۔ خدا نے ان سے کہا۔ کہ تم میری آخری قوم ہو۔ میں تم کو قیامت تک بڑھاؤں گا۔ پھیلاؤں گا۔ ان کو ایک کتاب دی۔ ان کا ایک نظام وحدت قائم کیا۔ ان کو نیکی اور تقویٰ میں ایک برتری عطا کی۔ مگر ایک عرصہ گذر جانے کے بعد اس قوم میں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے برپا کی گئی تھی پستی نمودار ہو گئی۔ وہ اس انسان کی طرح جسے میں نے پہاڑ پر چڑھتے دیکھا تھا۔ ایک بلندی سے گری۔ اس کا جسم چور چور ہو گیا۔ اس کے بند بند ہل گئے۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ مگر میں نے دیکھا۔ کہ کسی دوسری قوم یا کسی انسان کو اس پر رحم نہ آیا۔ اور کسی نے اس کی مرہم پٹی نہ کی۔

میں نے دیکھا کہ وہ اس بڈھے کی طرح جو بیابان میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ کسی نے اس کے حلق میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکایا۔

میں نے دیکھا۔ کہ سمندر میں ڈوبنے والے جہاز کے مسافروں کی طرح ان کو نہ لائف بیلٹ دی گئی۔ اور نہ کوئی جہاز ان کی مدد کے لئے آیا۔

وہ زلزلے میں دب جانے والے مردوں کی لاشیں نکالنے کے لئے بے قرار انسان بھی حرکت میں نہ آئے۔

ایک بچے کی ایک چیخ نے جن دلوں کو پانی کی طرح پگھلا دیا تھا۔ اور آگ کی جلتی بھٹیوں میں کود گئے تھے۔ ان کے قلوب میں ذرا بھی شفقت کی لہر پیدا نہ ہوئی۔ میں نے حیران ہو کر کہا۔ کہ کیا زمین کا نظام بدل گیا ہے۔ اب کسی انسان کے دل میں شفقت و رافت نہیں رہی مجھے ایک غیب سے آواز آئی۔ کہ ابھی تو نے کیا دیکھا ہے۔ ہم تجھ کو ایک اور نظارہ دکھاتے ہیں۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس قوم پر دنیا کے ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان طرح طرح کے آلات لے کر دوڑ پڑے ہیں۔ کوئی اس فکر میں ہے۔ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی ٹانگیں کاٹ دے۔ کوئی اس کا سر کاٹنا چاہتا ہے۔ کوئی اس کی ہڈیاں توڑنا چاہتا ہے۔ ان کے دل سختی سے فولاد بنے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں آگ کی انگارہ تھیں ان کے سینے بھڑکتی بھٹیاں تھیں۔

وہ چاہتے تھے۔ کہ اس قوم کو دنیا سے مٹا دیں۔ انہوں نے ان کی سلطنتیں چھین لیں۔ ان کی ثروت و دولت لوٹ لی۔ ان کے گھروں کو لوٹ کر ان کو آگ لگا دی۔ ایک دوسرا گروہ اب اس اُجڑی قوم کے ایمان کو لوٹنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ ان کی تنظیم۔ ان کی وحدت سب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور وہ دنیا میں درماندہ قوم بن گئے۔ جسے دیکھ کر سب ہنستے اور ذلت آمیز سلوک کرتے تھے۔

میں نے کہا۔ کہ اگر انسانوں نے اس قوم سے یہ سلوک کیا ہے۔ تو کیوں خدا کا قانون حرکت میں نہیں آتا کیوں اس نے موسیٰ کی قوم سا سلوک نہ کیا۔ کیوں اس نے ابراہیم سا سلوک نہ کیا۔ اتنی بڑی قوم کیا مٹ جائیگی۔ کیا اس کے لئے کوئی ڈاکٹر نہیں ملے گا۔ جو اس کے زخموں پر مرہم رکھ دے۔ کیا اس لق و دق صحرا میں پانی کا قطرہ ڈالنے والا فرشتہ اسے میسر نہ آئیگا کیا اس جلتی بھٹی سے بچانے کے لئے کوئی فائر بریگیڈ موجود نہیں۔

اس قوم پر جو زلزلہ آیا ہے۔ اس زلزلے کی وجہ سے نیچے دبے ہوئے انسانوں کی تلاش نہ کی جائیگی۔ اس دنیا کے سمندر میں جہاں قوموں کی زندگی کے جہاز چلتے ہیں۔ کوئی بیڑا ان کے بچانے کے لئے نہیں پہنچے گا۔ کیا یہ سب قانون دوسروں کے لئے ہی تھے۔ اسلام کے لئے کوئی ایسا قانون نہیں۔

یہ میری فطرت کی آواز تھی۔ تب میں نے پھر ایک ندائے غیبی سنی۔ جس نے مجھے کہا۔ کہ دیکھ سوکھے درخت سے ایک کونپل نکل رہی ہے۔ جو پھر ایک بڑا درخت بنے گی۔

جیسے بنی اسرائیل کے لئے ہم نے ایک موسیٰ بھیجا تھا۔ ویسے اس زمانے میں بھی ہم نے ایک راستباز بھیج دیا ہے۔ تاکہ وہ اس قوم میں پھر ایک تنظیم اور ایک وحدت پیدا کرے۔ وہ ان جلتی بھٹیوں کو ٹھنڈا کر دے گا۔ اور وہ مصنوعی خداؤں کو توڑ دے گا۔ اسے میں نے ابراہیمی قوت دی ہے۔ وہ اس قوم میں اس شوکت کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔ جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پیدا ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ اس کی بروزی قوت لے کر برپا کیا گیا۔ وہ ان قوموں کے تمام آلات کو توڑ دے گا۔ جو اس وقت اس قوم کو مٹانے کے لئے حملہ آور ہو رہی ہیں۔ اس لئے یاجوجی اور ماجوجی طاقتوں کے کچلنے کی طاقت اسے دی گئی ہے۔ وہ اسلام میں ایک تازہ زندگی پیدا کرے گا۔ اور اسے ایک بلند و بالا مقام پر کھڑا کر دے گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ وہ روح القدس سے بھر دیا گیا ہے۔ وہ میری رضا کے عطر سے ممسوح کیا گیا ہے۔ ہم نے اسے وعدہ دیا ہے

؎ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد ؎

ہم نے اسے کہا۔ کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور میری فطرت کو ایک روحانی آواز نے کہا۔ کہ تو یہ سب کچھ دیکھے گا۔ اور ضرور دیکھے گا۔

ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا

مولود مسعود

۱۲ ماہ شہادت مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۴۱ء کو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے صاحبزادے جناب خان مسعود احمد صاحب کے حرم میں سیدہ طیبہ مسعودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے بطن سے فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ اس خوشی میں تمام دفاتر میں تعطیل ہوئی ۱۸ اپریل کو حضرت نواب صاحب قبلہ کی طرف سے تقریباً دو صد سے زائد اصحاب کو تقریب عقیقہ پر دعوت طعام دی گئی۔

ہم اس مبارک تقریب پر حضرت نواب صاحب کو اور حضرت میر صاحب کے خاندان کو صدق دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ مولود مسعود خادم دین اور نافع الناس اور عمر طویل پانے والا ہو۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ایسا خدمتگذار ہو۔ جس کی خدمات کی وجہ خاندان کے دلوں کو ٹھنڈک اور راحت نصیب ہو آمین۔

موجودہ جنگ کی ہولناک تباہی

بلگریڈ میں ۲۰ ہزار اشخاص ہلاک ہوئے

اخبار پرتاپ مورخہ ۲۹ اپریل کی سپیشل سروس کے ماتحت حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔

لنڈن ۲۷ اپریل۔ بی بی سی کا بیان ہے۔ کہ بلگریڈ سے جو غیر جانبدار لوگ بھاگ کر آئے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ بلگریڈ پر جرمنوں نے وحشیانہ بمباری کی۔ بمبار ہوائی جہازوں کی گرج۔ مکانوں کے انہدام کی لرزہ خیز آوازیں۔ ہسپتالوں میں لاتعداد زخمیوں کی چیخ و پکار۔ انسانی لاشوں کے انبار وغیرہ اس قدر ہیبت ناک مناظر تھے۔ کہ چشم انسان انہیں دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ ان کا اندازہ ہے کہ بلگریڈ میں ۲۰ ہزار سے زیادہ اشخاص ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور زخمیوں کا کوئی اندازہ نہیں۔ سول آبادی پر ہوائی جہازوں نے مشین گنوں سے گولیاں چلائیں۔ جرمنوں نے حملہ کرتے ہی پانی اور بجلی کی سپلائی تباہ کر دی۔ اب بلگریڈ میں بہت تھوڑے باشندے رہ گئے ہیں۔ اور جو ہیں وہ حیوانوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خوراک کا سخت قحط پڑ گیا ہے۔

الحکم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبل از وقت فرمایا تھا کہ ؎

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے + حیلے سب جاتے رہے اِک حضرت توّاب ہے۔ کاش کہ دنیا کی آنکھیں اب بھی کھلیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی سے گر جائیں۔ تا اس کا رحم جوش میں آئے۔ اور دنیا سے یہ عذاب ٹل جائے ۔

ریاست پٹیالہ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ

ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر آف پٹیالہ کے قادیان میں تشریف آوری کے سلسلہ میں ہم چاہتے ہیں۔ کہ اُن تعلقات کا ذکر کریں جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ پٹیالہ کو رہے ہیں۔ بعض ایسی باتیں ہیں۔ جن کا ذکر ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ اور سلسلہ اُن کے ذکر سے کبھی اغماض نہیں کرے گا۔

چنانچہ

جہاں تک ہمارا علم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ریاست پٹیالہ کا تعلق حضور کے دعویٰ سے بہت پہلے کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب براہین احمدیہ کی تصنیف کا کام شروع کیا۔ تو حضور نے کتاب کی ضخامت کے لحاظ سے اس کی قیمت بیس روپے تجویز فرمائی۔ مگر اتنی بڑی قیمت پر عام اور غریب لوگوں کا کتاب خریدنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے حضور نے یہ خیال کر کے ہندوستان کے مسلمان امراء اور ذی ہمت لوگ ایک ایسی کتاب کی جو تمام مذاہب کے مقابلہ میں ایک بڑی تحدی لے کر کھڑی ہوئی۔ اور جس میں حقانیت اسلام کے صدہا نشانات کی اعانت مالی کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور اس طرح سے اگر قیمت کم بھی رکھی جائے۔ تو مالی نقصان پورا ہو جائے گا۔ کتاب کی قیمت پانچ روپیہ رکھ دی۔

مگر

اللہ تعالیٰ کو حضرت اقدس پر یہ ظاہر کرنا تھا۔ کہ یہ امراء دین کے لئے خرچ کرنے کی کوئی ہمت نہیں رکھتے۔ اور ان کے دل بالکل مردہ ہو چکے ہیں۔ اور اُن کو مذہب سے کوئی مس نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت اقدس کی امید کے خلاف ہندوستان کے امراء ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ہاں صرف تیرہ صاحب دل سارے ہندوستان میں ایسے نکلے۔ جنہوں نے براہین احمدیہ کی مدد کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور ان میں سے ریاست پٹیالہ کے وزیر اعظم جناب خلیفہ محمد حسن صاحب خان بہادر پیش پیش تھے۔ انہوں نے دو سو پچاس روپے اپنی جیب خاص سے اور پچھتر روپے اپنے دوستوں سے فراہم کر کے کتابوں کی خریداری کے لئے ارسال فرمائے۔ اس طرح خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر اعظم پٹیالہ وہ سب سے پہلے بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس آسمانی نور کی اشاعت کے لئے دل کھول کر مدد کی۔ حضرت اقدس نے خلیفہ صاحب کا ذکر نہایت محبت اور عزت و احترام سے معاونین براہین کے تذکرے میں فرمایا ہے۔

الغرض

ہندوستان میں جہاں بڑے بڑے والیان ریاست پڑے ہوئے تھے۔ وہاں کسی کو اتنی بڑی رقم دینے کی ہمت نہ پڑی جتنی وزیر اعظم پٹیالہ نے دی۔ اس طرح سے یہ نیکی پٹیالہ کی تاریخ سے وابستہ ہو گئی۔

پٹیالہ میں حضور کے جانثار

پٹیالہ کو ابتدائی زمانہ میں ہی یہ فخر حاصل ہوا۔ کہ وہاں ایک جماعت ایسے لوگوں کی پیدا ہوئی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتدائی زمانہ میں جب کہ آپ ابھی رات کے چاند کی طرح تھے۔ اور ہر آنکھ کو نظر نہ آتے تھے نے پہچانا۔ اور قبول کیا۔ چنانچہ حضور نے جب لدھیانہ میں پہلی بیعت لی۔ اس دن بیعت کرنے والوں کے نام ایک رجسٹر میں درج فرمائے۔ جو اب تک حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اگرچہ اس رجسٹر میں پہلے آٹھ نام بوجہ ایک صفحہ کے تلف ہو جانے کے درج نہیں ہیں۔ مگر حضرت میر صاحب نے دیگر کتب اور زبانی روایات کی بناء پر وہ آٹھ ناموں کی ترتیب قائم کر دی ہے۔ حضرت میر صاحب کے اس رجسٹر سے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے قبلہ نے ۶۲ نام اپنی کتاب سیرۃ المہدی میں درج فرمائے ہیں۔ ان ۶۲ ناموں میں سے حسب ذیل نام ریاست پٹیالہ کے اول المومنین کے ہیں۔

(۱) منشی ہاشم علی صاحب سنور ریاست پٹیالہ

(۲) میاں عبد اللہ صاحب ولد کریم بخش صاحب سنور ریاست پٹیالہ

(۳) محمد یوسف صاحب ولد کریم بخش صاحب سنور 〃 〃

(۴) رحیم بخش صاحب ولد کریم بخش صاحب 〃 〃 〃

(۵) علی محمد صاحب ولد اللہ بخش صاحب 〃 〃 〃

(۶) ابراہیم صاحب ولد منشی اللہ بخش صاحب 〃 〃 〃

(۷) محمد ابراہیم صاحب ولد منشی کریم بخش صاحب 〃 〃 〃

(۸) ولی محمد صاحب ولد عبد اللہ صاحب 〃 〃 〃

(۹) احمد حسن صاحب ولد خلیفہ محمد اکبر صاحب پٹیالہ

(۱۰) خلیفہ محمد عیسیٰ ولد میاں جی فضل علی صاحب

(۱۱) جان محمد صاحب ولد رو ولد دصاحب پٹیالہ

(۱۲) خدا بخش صاحب ولد

(۱۳) مرزا سعادت بیگ صاحب ولد مرزا اسلم بیگ صاحب سامانہ۔

(۱۴) میرزا محمد یوسف بیگ صاحب ولد میرزا رستم بیگ صاحب۔

(۱۵) میرزا ابراہیم بیگ صاحب ولد میرزا یوسف بیگ صاحب

(۱۶) محمد نمیط بیگ صاحب ولد منور بیگ صاحب۔

(۱۷) ماہیا صاحب ولد پیر بخش صاحب

(۱۸) محمد تقی صاحب ولد محمد یوسف صاحب

(۱۹) محمد مصطفےٰ صاحب ولد محمد ابراہیم صاحب

اس طرح ۶۲ صحابہ میں سے ۱۹ صحابی ریاست پٹیالہ کے تھے۔ اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جو ریاست پٹیالہ کو حاصل ہوئی۔ کہ اس میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی پیدا ہوئی۔ جن کو سب سے پہلے خدا کے برگزیدہ مسیح پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ اور وہ اولی الانصار اور اول المومنین کہلائے۔

پٹیالہ کی سرزمین کو فخر

ہمارے سلسلہ کی تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۸۹۱ء میں ایک دفعہ پٹیالہ تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر کی تفصیلات تو اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں۔ مگر اس قدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سفر حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وجہ سے تھا۔ جیسے کہ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”جس جس جگہ حضرت والد صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان مرحوم) کا قیام ہوتا تھا۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی عموماً تشریف لایا کرتے تھے۔ مثلاً انبالہ چھاؤنی۔ لدھیانہ پٹیالہ۔ فیروز پور چھاؤنی میں آپ تشریف لے گئے تھے“

(سیرت المہدی صفحہ ۹۵ حصہ دوم)

حضرت میر ناصر نواب صاحب کا مقام سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اس لحاظ سے کہ وہ حضرت ام المومنین اطال اللہ عمرہ کے والد بزرگوار ہیں۔ بہت بلند ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس تعلق کی خود تحریک فرمائی۔ اور مقدر کیا۔ کہ ام المومنین کے بطن سے وہ لوگ پیدا کئے جائیں۔ جو دجال کے خادم کہلائیں گے۔ خود میر صاحب بہت بڑے موحد۔ خدا پرست شرک کی باریک سے باریک راہوں سے بچنے والے بزرگ تھے ان کی کمائی ہمیشہ پاک اور طیب اور حلال رہی۔ حضرت میر صاحب کا پٹیالہ کی ملازمت میں رہنا بھی ایک ایسا واقعہ ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ تعلقات پٹیالہ کے سلسلہ میں یہ ایک مضبوط کڑی قرار دی جائے گی۔

پھر

ان کی وجہ سے حضرت اقدس کا پٹیالہ میں تشریف لے جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ خدا کا ایک محبوب اور پیارا وجود جس کی شان کا انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی نہ ہوا تھا۔ جہاں چند اور مقامات پر حضور نے اپنے قدموں سے اس زمین کو عزت بخشی وہاں پٹیالہ کو بھی یہ فخر حاصل ہوا۔

منشی عبد اللہ صاحب سنوری

منشی عبد اللہ صاحب سنوری پہلی دفعہ ۱۸۸۲ء میں قادیان آئے تھے۔ اور یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ حضور براہین احمدیہ حصہ سوم کی تحریر و اشاعت میں مشغول تھے۔ منشی عبد اللہ صاحب اس وقت بالکل عنفوان شباب میں تھے۔ یعنی ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ وہ حضرت اقدس سے اس قدر عقیدت مندی رکھتے تھے۔ کہ وہ حضرت اقدس کے اکثر سفروں میں ساتھ رہے چنانچہ سلسلہ کی تاریخ میں حضور کے سفر ہوشیارپور کو ایک بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ سفر حضور کو ۱۸۸۶ء میں پیش آیا۔ اس سفر میں حضور نے ایک چلہ ہوشیارپور میں کیا۔ مصلح موعود کے لئے دعائیں کیں۔ سرمہ چشم آریہ تصنیف فرمائی۔ ماسٹر مرلی دھر سے مباحثہ فرمایا۔ اس سفر میں حضور کے ساتھ تین آدمی تھے۔ میاں عبد اللہ صاحب سنوری۔ حافظ حامد علی صاحب مرحوم۔ ایک تیسرا شخص جس کا نام فتح محمد تھا اور جو بعد میں مرتد ہو گیا۔ اس سفر میں خدمت کا سب سے بڑا موقع میاں عبد اللہ صاحب سنوری مرحوم اور حافظ صاحب مرحوم کو ملا۔ اس طرح ریاست پٹیالہ کے ایک آدمی کو یہ شرف بھی حاصل ہوا۔ میاں عبد اللہ صاحب کی زندگی میں تو بہت سے اہم واقعات ایسے گذرے ہیں۔ جن کا تعلق سلسلہ کی تاریخ میں محفوظ رہے گا۔

سرخ چھینٹوں والا نشان

خدا تعالیٰ کی ایک تجلی جو عالم وجود میں سرخ چھینٹوں کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ اس میں بھی میاں عبد اللہ صاحب سنوری کو حصہ ملا۔ اور بالآخر وہ کرتہ جو اس محیر العقول معجزہ سے رنگین ہوا تھا میاں عبد اللہ صاحب کی درخواست پر ان کو ہی مل گیا۔ جو ان کی وفات پر ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ یہ شرف اور عزت بھی ایک ایسے بزرگ کو حاصل ہوئی جو پٹیالہ سے تعلق رکھتے تھے۔

ایک اور نشان

ڈاکٹر عبد الحکیم ایک شہرت یافتہ انسان تھا۔ ایک زمانہ ایسا آیا۔ کہ اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

کو قبول کرنے کا موقعہ ملا۔ اور پھر اسے ٹھوکر لگی۔ اور وہ مرتد ہُوا۔ اور اس کا وجود ناکامیوں کا مرکز بن گیا۔ اور اس کی شہرت اور اس کی ڈاکٹری خدا کے برگزیدہ کے مقابلے میں کھڑے ہو کر اس کے کسی کام نہ آئی۔ آخر اس نے اپنے آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عرفانی کبیر کی وفات کی پیشگوئی کی۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کی اس پیشگوئی کو جھٹلا کر اس کی ناکامی اور نامرادی پر مہر کر دی۔ اور اس طرح وہ یہ دیکھکر کہ خدا کے راستبازوں کا مقابلہ کرنے سے کس طرح اعمال کا حبوط ہو جاتا ہے اپنی ناکامیوں سے بغلگیر ہو کر ہلاک ہو گیا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات اور بھی ہیں۔ جن کا تعلق پٹیالہ کے ساتھ ہے۔ مگر ہم ایک دو واقعات کا تذکرہ کر کے اس مضمون کو ختم کر دیں گے۔

سابق مہاراجہ آنجہانی کی قرآن کریم سے محبت

سابق مہاراجہ صاحب کی خدمت میں جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے گورمکھی ترجمۃ القرآن کی ایک جلد پیش کی۔ تو مہاراجہ صاحب موصوف نے نہایت عزت سے قرآن کریم لیا۔ اور پڑھنے کا وعدہ کیا۔ اور ایک گراں قدر رقم جو غالباً پانچسو روپے کی گراں قدر نقدی خدمت قرآن کے سلسلہ میں پیش کی۔ یہ گورمکھی ترجمہ قرآن بھی ایک ایسے محترم کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ جو قادیان سے وابستہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی پر فخر رکھتا ہے۔ اس لئے اس ترجمہ کی قدر بھی قادیان کے تعلق میں ایک مزید کڑی کہلائے جانے کی مستحق ہے۔

ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی آمد

ہمارے سلسلہ کے مشہور و معروف ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ریاست پٹیالہ کے باشندے ہیں۔ ریاست نے ان کو ڈاکٹری تعلیم اپنے خرچ پر دلائی تھی۔ اور فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد وہ سرکاری خدمت میں لے لئے گئے۔ خلافت ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں ۱۹۱۸ء میں یہاں قادیان تشریف لائے۔ قادیان میں ان دنوں انفلوئنزا پڑا ہُوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت سے یہاں بیماروں کی خدمت کی۔ اس سلسلہ میں ضرورت تھی کہ قادیان کی خدمت کے لئے ڈاکٹر صاحب کی مزید خدمات حاصل کی جائیں۔ اور ان کی چھٹی حاصل کی جائے۔ حضرت عرفانی کبیر کو اس غرض کے لئے پٹیالہ بھیجا گیا۔ حکام ریاست نے قادیان کی اس درخواست پر ہمدردانہ توجہ فرما کر ڈاکٹر صاحب کی چھٹی منظور کر لی۔

مگر

جلد اس امر کا احساس ہُوا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو ریاست پٹیالہ سے فارغ کرا لیا جائے۔ عرفانی کبیر دوبارہ پٹیالہ گئے۔ اور حکومت پٹیالہ نے اپنے قوانین کے بالکل خلاف ڈاکٹر صاحب کو حضرت امیر المومنین کے لئے فارغ کر دیا۔ اور وہ جو پابندیاں ان پر عاید تھیں۔ کہ وہ اپنی حکومت ہی کی ملازمت کریں گے اسے اٹھا لیا۔ اس طرح حکومت پٹیالہ نے ایک بہت بڑی قربانی کی اور قابل ڈاکٹر کی خدمات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف منتقل کر دیں۔ قادیان میں ڈاکٹر صاحب نے ہزارہا بندگان کی خدمت کی۔ اور ان کو ان کے دکھوں سے نجات دلائی۔ ڈاکٹر صاحب کے وجود سے جس قدر بندگان خدا کو فائدہ پہنچا۔ اس میں ریاست پٹیالہ شامل ہے۔ جس نے اپنا ایک قابل ڈاکٹر ہم کو دیدیا۔

بالآخر

اس سلسلہ میں آخری کڑی مہاراجہ بہادر آف پٹیالہ کا سفر قادیان ہے جنہوں نے ان قدیم تعلقات پر مہر تصدیق ثبت کر کے ان تعلقات کو لافانی بنا دیا ہے۔ (محمد احمد عرفانی)

الامر شوریٰ بینہم

ہماری مجلس شوریٰ

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو نعمتیں حاصل ہیں۔ اُن میں سے ایک بڑی نعمت یہ بھی حاصل ہے۔ کہ جماعت کا قدم منہاج نبوت پر پڑ رہا ہے۔ اس زمانے میں جب کہ شریعت کی تمام باتیں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی تھیں۔ اور وہ ہر اس طریق سے جدا ہو گئے تھے۔ جو مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ایک شاہراہ کے مقرر فرمایا تھا۔ ایسے راستوں میں سے ایک راستہ مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوریٰ کا مقرر فرمایا تھا۔ شوریٰ کے بہت سے فائدے ہیں۔ منجملہ ان فوائد کے بعض یہ بھی ہیں۔ مثلاً (۱) مسلمانوں کی دماغی تربیت کے لئے شوریٰ کا وجود ضروری تھا۔ (۲) مسلمانوں کی حیثیت ایک متحدہ قوم ہونے کے ایک دوسرے کے معاملات سے دلچسپی پیدا ہو۔ (۳) قومی بہبود و ترقی کے لئے ہر مسلمان برابر کا شریک ہو۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو شوریٰ کی تلقین فرمائی۔ اور فرمایا۔ الامر شوریٰ بینہم اور قرآن کریم نے فرمایا۔ شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود اپنی زندگی میں اس امر پر عمل کرتے رہے اور خلافت کے لئے تو یہ اصل الاصول بیان فرمایا:۔

لا خلافۃ الا بالمشورۃ

اس لئے آنحضرت کے بعد خلفاء راشدین بھی شوریٰ پر عمل کرتے رہے۔ مسلمان جب منہاج نبوت سے دُور جا پڑے۔ تو ان کے پاس نہ خلافت رہی نہ شوریٰ۔ اور نہ بیت المال۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جب ایمان دوبارہ ثریا سے آیا۔ تو اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قدیمہ کا بھی احیاء ہو گیا۔ اور شوریٰ کا وجود عمل میں آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت اسی نہج پر جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں تھی، قائم ہو گئی۔ اور بیت المال بھی قائم ہو گیا۔ اور اس طرح مسلمان جن نعمتوں سے محروم ہو گئے تھے۔ وہ نعمتیں جماعت احمدیہ کو میسر آ گئیں۔ اس طرح جماعت اس طریق پر خلافت کی نگرانی میں ترقی کرنے لگی۔

شوریٰ کی ضرورت

خلافت ثانیہ میں شوریٰ کی موجودہ منظم صورت ۱۵-۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء کو منعقد ہُوئی۔ ۵۲ اصحاب باہر سے تشریف لائے۔ اور ۳۰ اصحاب مرکز سے شامل ہُوئے۔ اس مجلس شوریٰ میں حضرت امیر المومنین نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ جس کا ایک حصہ یہاں درج کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

کانفرنس کی ضرورت

"سب سے پہلے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ مجلس جس کو پرانے نام کی وجہ سے کارکن کانفرنس کے نام سے یاد کرتے رہے ہیں۔ کیا چیز ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا شیوہ یہ ہے کہ امرھم شوریٰ بینھم اپنے معاملات میں مشورہ لیا کریں مشورہ بہت ضروری اور مفید چیز ہے۔ اور بغیر اس کے کوئی کام مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس مجلس کی غرض کے متعلق مختصر الفاظ میں یہ کہنا چاہیے۔ کہ ایسی اغراض جن کا جماعت کے قیام اور ترقی سے گہرا تعلق ہے۔ ان کے متعلق مختلف جماعت کے لوگوں کو جمع کر کے مشورہ لے لیا جائے۔ تاکہ کام میں آسانی پیدا ہو جائے۔ یا ان احباب کو ان ضروریات کا پتہ لگے۔ جو جماعت سے لگی ہُوئی ہیں۔ تو یہ مجلس شوریٰ ہے۔ میں پورے طور پر تو نہیں کہہ سکتا۔ کہ باہر کی کانفرنسیں کن اغراض کے لئے منعقد ہوتی ہیں۔ مگر یہ مجلس شوریٰ ہے۔

پہلی کانفرنسوں اور اس میں فرق

اس میں اور پہلی کانفرنسوں

ایک دن

دِل و جگر میں مسّرت بسائے گی اک دن | بہار ایسی گلستان میں آئے گی اِک دن
زمانہ اِس کو سُکون کا دیار جانے گا | فضائے قادیاں عالم میں چھائیگی اِک دن
نہ دیکھ ظاہری شانِ سیاستِ حاضر | یہ بحرِ یاس میں خود ڈوب جائیگی اِک دن
یہ قمقمے ہیں مجازی یہ ضَو ہے مدھم سی | یہ روشنی تو بہت تلملائے گی اِک دن
کمال دیکھ چکی اب زوال لازم ہے | بڑھیگی اور اگر منہ کی کھائے گی اک دن
چڑھیگا سب پہ یہی رنگِ سیاستِ محمود | ہر ایک سر میں یہی دُھن سمائیگی اِک دن
یہ بزم ہوگی زمانے میں اپنی آپ نظیر | یہ احمدی کے مدارج بڑھائیگی اِک دن
یہی وہ دَر ہے جہاں سے ملیگی راہِ نجات | اِسی مقام پہ ہر قوم آئے گی اِک دن

وہ کتنا ارفع و اعلیٰ ہے آستاں ثاقب

تمام دنیا جہاں سر جھکائے گی اک دن

ثاقب زیروی

میں جو ہوتی رہتی ہیں فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ پہلی کانفرنسیں صدر انجمن کے سیکرٹری کے بلانے پر ہوتی تھیں۔ مگر یہ خلیفہ کے بلانے پر منعقد ہوئی ہے۔ ان کانفرنسوں کا کام محدود اور شاذ طریق عمل بھی مختلف تھا۔ مگر اس کام کا بہت زیادہ اور وسیع اس کا طریق عمل بھی مختلف ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُن کا طریق عمل کیا تھا۔ مگر ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ان کانفرنسوں کی وجہ سے دو متضاد خیال پیدا ہو گئے تھے۔

ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں بھی شامل تھا۔ اس سے میں نے معلوم کیا۔ کہ اس کے ساتھ ہی دو متضاد خیال پیدا ہو گئے۔ بعض نے کہا اس کانفرنس کا فیصلہ قطعی ہو۔ اور مجلس معتمدین کا فیصلہ اس کے ماتحت ہو۔ جہاں تک مجھے یاد ہے شملہ کے دوستوں نے یہ سوال اٹھایا تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس کی تائید کی تھی۔ وہ جو اس کانفرنس کو بلانے والے تھے۔ انہیں یہ بات کھٹکی۔ اور انہوں نے ایسی تقریریں کیں۔ کہ فیصلہ انجمن کا ہی ناطق ہو چنانچہ پہلے تو بجٹ منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ لیکن پھر مشورہ کے لئے قرار دیا گیا۔

میرے خیال میں اس رنگ میں کانفرنس کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا۔ کہ کانفرنس جس میں ساری جماعت کے قائمقام ہوں ایک محدود آدمیوں کے مجمع کے اوپر برتری کا خیال پیدا ہو۔ مگر چونکہ کانفرنس منعقد کرنے والوں کی نیتیں اور تھیں۔ اس لئے انہوں نے کانفرنس کا کوئی اصل قائم نہ کیا۔ اُن کا خیال تو یہ تھا۔ کہ اس طرح خلافت کو نقصان پہنچایا جائے۔ اور جماعت کی رائے کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائیگی۔ تو خلافت کا فیصلہ کر لیں گے۔ مگر چونکہ کانفرنس اُن کے ہی خلاف ہو گئی۔ اس لئے انہوں نے توڑ دی۔

(۱) جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قاعدہ تھا۔ احباب سے ضروری معاملات کے متعلق مشورہ لیا جائے۔ اس وقت ریلیں نہ تھیں اور ایسے سامان سفر نہ تھے جیسے اب ہیں۔ اس لئے قاعدہ یہ تھا۔ کہ مدینہ کے لوگوں کو جمع کر لیا جاتا۔ خلفاء کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ کہ مدینہ کے لوگوں سے مشورہ لیا جاتا۔ مگر اب چونکہ سامان سفر بہت پیدا ہو گئے ہیں۔ اور آسانی سے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتا آگے اور ترقی کہاں تک ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے ہوائی جہازوں کی وجہ سے سفر میں ایسی آسانی ہو جائے۔ کہ کلکتہ کے لوگ یہاں مشورہ کر کے اسی دن واپس جا سکیں۔ ایسی صورت میں مجلس مشاورت کو زیادہ وسیع کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وسعت سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے احباب کو بلایا ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی رائے بتائیں۔ تاکہ اگر کوئی مفید ہو۔ تو اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس میں شبہ نہیں باہر کے لوگ مقامی حالات سے واقف نہیں۔ مگر سارے معاملات ایسے نہیں ہیں۔ کہ جن میں مشورہ دینے کے لئے پچھلے معاملات سے واقف ہونا ضروری ہو۔ بعض معاملات عقلی ہوتے ہیں۔ ان میں باہر کا آدمی بھی اسی طرح بلکہ بعض حالات میں اچھی رائے دے سکتا ہے۔ جیسا کہ قادیان کا رہنے والا دے سکتا ہے۔

(۲) باہر کے احباب یہاں کی تکلیف سے واقف نہیں ہوتے۔ انہیں جب کہا جاتا ہے کہ چندہ دو۔ تو وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ اتنا روپیہ کہاں جاتا ہے اور ان میں حالات کی ناواقفیت سے اتنا جوش پیدا نہیں ہوتا۔ جتنا واقفیت سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اُن کو واقفیت کرا دی جائے۔ اور کارکنوں کی مشکلات کا اندازہ لگانے کا موقعہ دیا جائے۔

(۳) بعض کاروباری آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جو مشورہ دے سکتے ہیں۔ گورنمنٹ کے کام کرنے والے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ مگر اُن کو بھی اکسپرٹ منگانے پڑتے ہیں۔ جن سے مشورے لیتے ہیں۔ ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں۔ اُن کو بلایا گیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے تجربہ کی بناء پر مفید مشورہ دیں۔

(۴) بعض احباب قادیان آنے میں سستی کرتے ہیں اس طرح انہیں یہاں آنے کا ایک اور موقعہ دیا گیا ہے۔ پھر یہ کہ جو لوگ جلسہ کے ایام میں یہاں آنے سے محروم رہتے ہیں۔ وہ اس موقعہ پر فائدہ اٹھا سکیں۔ اور قادیان سے اُن کا زیادہ تعلق ہو۔

رسول کریمؐ کے زمانہ میں مشورہ کا طریق

اب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء کے زمانہ میں مشورہ کا جو طریق تھا۔ وہ بیان کرتا ہوں۔

رسول کریمؐ اور خلفاء تین طریق سے مشورہ لیتے تھے۔ (۱) جب مشورہ کے قابل کوئی معاملہ ہوتا۔ تو ایک شخص اعلان کرتا۔ کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ اسپر لوگ جمع ہو جاتے۔ عام طور پر یہی طریق رائج تھا۔ کہ عام اعلان ہوتا۔ اور لوگ جمع ہو کر مشورہ کر لیتے۔ اور معاملہ کا فیصلہ خلیفہ یا رسول کریمؐ کر دیتے۔

اس زمانہ میں اس طریق میں بعض دقتیں ہیں۔ جو آج کل کی رسم و رواج کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے میں قادیان کے لوگوں سے مشورہ لیتا ہوں۔ مگر اس طریق سے نہیں۔ بلکہ اس کی شکل میں تغیر کر کے۔ حضرت صاحب بھی اس طرح نہیں لیتے تھے۔ اور میں نے بھی حضرت صاحب کو دیکھکر اس میں تبدیلی کی۔ جو اس زمانہ کے حالات کی وجہ سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہر جماعت کا سردار اور امیر ہوتا تھا۔ جو لوگ جمع ہوتے وہ جو بات سنتے اس کا جواب خود نہ دیتے بلکہ کہتے ہمارا امیر جواب دیگا۔ ہمارا حق نہیں کہ بولیں۔

اس بات کا ان میں خاص احساس تھا۔ اور ہر ایک کھڑا نہیں ہو جاتا تھا۔ بلکہ اُن کا سردار جواب دیتا تھا۔ جمع تو سارے ہوتے تھے۔ مگر بولتا وہی تھا۔ جسے انہوں نے اپنا امیر منتخب کیا ہوتا تھا۔ بعض دفعہ آیا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جوش میں آکر کوئی بول پڑا۔ کہ ہم اس طرح کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں تمہاری بات نہیں مانتا اپنے سردار سے کہو وہ آکر کہے۔ چونکہ عام طور پر مشورہ کے لئے علم اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے یوں تو اگر سو باتیں پیش کی جائیں۔ تو بچے بھی اپنی کچھ نہ کچھ رائے دے دیں گے۔ اور آج کل ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہر ایک رائے دینے کی قابلیت کا دعویدار ہوتا ہے۔ اور رائے دیتا ہے۔ مگر رائے وہی دے سکتا ہے۔ جو سوچ سکتا اور تجربہ رکھتا ہو۔ اس لئے ہر ایک رائے قابل توجہ نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں سردار مشورہ دیتے تھے۔ ہر ایک نہیں بولتا تھا۔ مگر اب ہر ایک بول پڑتا ہے۔ اس لئے جب ایک کو بلا لیا جاتا ہے۔ اور الگ مشورہ کر لیا جاتا ہے۔ اور الگ نہ کیا جائے۔ تو نام دیئے جاتے ہیں کہ فلاں فلاں مشورہ دیں۔ اس لئے اوّل تو کوئی بولتا ہی نہیں اگر کوئی بولنے کی جرأت کرے۔ تو اس سے بھی بعض دفعہ مفید نتیجہ نکال لیا جاتا ہے۔ اب بھی اگر وہی طریق ہو۔ کہ سردار ہوں۔ تو اسی طرح مشورہ ہو سکتا ہے۔ مگر ابھی چونکہ ایسا رواج نہیں۔ اسلئے مشورہ کے لئے آدمی منتخب کرنے پڑتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق مشورہ کا یہ ہے۔ کہ وہ خاص آدمی جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کا اہل سمجھتے اُن کو الگ جمع کر لیتے باقی لوگ نہیں بلائے جاتے تھے۔ جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ لیتے تھے تاریخ سے معلوم ہوتا ہے تیس کے قریب ہوتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب کو ایک جگہ بلا کر مشورہ لے لیتے۔ کبھی تین چار کو بلا کر مشورہ لے لیتے۔

(۳) تیسرا طریق یہ تھا۔ کہ آپ کسی خاص معاملہ میں جس میں آپ سمجھتے کہ دو آدمی بھی جمع ہونے نہ چاہئیں۔ علیحدہ علیحدہ مشورہ لیتے۔ ایک کو بلا لیا۔ اس سے گفتگو کر کے اس کو روانہ کر دیا۔ اور دوسرے کو بلا لیا۔ یہ ایسے وقت میں ہوتا جب خیال ہوتا۔ کہ ممکن ہے رائے کے اختلاف کی وجہ سے دو بھی آپس میں لڑ پڑیں۔

یہ تین طریق تھے مشورہ لینے کے۔ اور یہ تینوں اپنے اپنے رنگ میں بہت مفید ہیں۔ میں بھی ان تینوں طریقوں سے مشورہ لیتا ہوں۔"

اس تقریر سے بوضاحت ضرورت شوریٰ اور آنحضرت صلعم کا طریق شوریٰ ہم کو معلوم ہو گیا۔

شوریٰ پارلیمنٹری طریق نہیں

کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج دنیا کے بڑے حصہ کا نظام پارلیمنٹری نظام کی وجہ سے شوریٰ کے طریق پر ہے۔ اس طرح اسلام پارلیمنٹری طریق کا حامی ہے۔ مسلمانوں میں بدقسمتی سے بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ہر چیز کو یورپین طریق پر ڈھال لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔ یورپی مدبروں نے جو طریق رائج کئے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک حد تک مفید بھی ہیں۔ مگر وہ ایسے مفید نہیں ہیں۔ جیسے اسلام کے قائم کردہ اصول مفید ہیں۔

پارلیمنٹ میں کیا ہوتا ہے۔ وہاں اس وقت تک کارروائی نہیں ہو سکتی۔ جب تک اپوزیشن پارٹی نہ بنی ہوئی ہو۔ ہر شخص جو اپنی رائے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کی بات مان لی جائے۔ اور اس غرض کے لئے وہ ہر اس طریق کو اختیار کرتا ہے جو جائز ہو یا ناجائز۔ اور چونکہ فیصلہ رائے شماری پر ہوتا ہے۔ اس لئے کوشش کی جاتی ہے۔ کہ جب کوئی بل پیش ہونے والا ہو۔ تو کسی نہ کسی طریق پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنے حق میں رائے حاصل کر لی جائے اس طریق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ پارلیمنٹ کے اندر پارٹی در پارٹی لوگ تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان اختلافات سے دشمنیاں قائم ہو کر ملک کو کئی قسم کے نقصان پہنچ جاتے ہیں۔ اور

اور حق پوشی سے بہت کام لیا جاتا ہے۔

اسلام ان سب طریقوں کو ٹھکراتا ہے۔ اسلام پارٹی بازی کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام اپنی بات منوانے کے لئے ووٹ حاصل کرنے کے لئے پراپیگنڈے کو جائز قرار نہیں دیتا اسلام اپنی بات پر ضد کرنے اور اڑ جانے کے طریق کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایک نئے قسم کے شوریٰ کی تلقین کرتا ہے۔ جس کے لئے خلیفہ وقت جماعت کے اراکین کو یا جن لوگوں کو اس شوریٰ کے لئے مفید خیال کرتے بلا لیتا ہے۔

ہر شخص کو آزادی سے اپنے خیالات بیان کرنے کا حق حاصل ہے۔ مگر اس خیال کو منوانے کے لئے ناجائز طریق اختیار کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ہر شخص اپنی رائے پیش کر دے خلیفہ وقت کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ چاہے اقلیت کی رائے کو قبول کرے۔ چاہے تو اکثریت کی رائے۔ جب لوگوں کو اس امر کا یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ضروری نہیں۔ کہ ہماری بات مانی جائے تو ان کو اس امر کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ وہ دھڑا بندی پیدا کریں۔ وہ اپنی بات پر ضد بھی نہیں کرتے۔ وہ جماعت کی ترقی کے لئے ہی سوچتے ہیں۔ اور اپنے خیال میں بہتر سے بہتر مشورہ پیش کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت شوریٰ کی صحیح برکات سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

چنانچہ آج روئے زمین پر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہیں۔ جو اس رنگ میں شوریٰ کی برکات سے مستفید ہو سکے۔ سوائے ہماری جماعت کے جس کا قدم منہاج نبوت پر ہے ٭

(باقی)

احمدیت ایک ایسا جوہر ہے جو انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے

حضرت مسیح نے فرمایا ہے۔ کہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے" یہ بالکل ایک درست بات ہے۔ انسان فطرتاً ایسا پیدا ہوا ہے کہ کہیں وہ اثر ڈالتا ہے۔ اور کہیں اثر قبول کرتا ہے۔ جہاں وہ اثر ڈالتا ہے۔ یا جہاں سے وہ اثر قبول کرتا ہے۔ وہاں اس کے نتائج دیکھ کر بآسانی پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے اندر کیسی تبدیلی پیدا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے شراب کے متوالوں کے اندر ایسی روحانی تبدیلی پیدا کر دی۔ کہ منادی کی ایک آواز پر مدینہ کی گلیوں میں شراب بہ نکلی۔ اور مٹکے ٹوٹ گئے۔ یہ وہ تبدیلی ہے۔ کہ جس کی مثال متمدن سے متمدن اور تعلیم یافتہ سے تعلیم یافتہ ملک میں نہیں ملتی۔ بیحد و حساب بیویاں رکھنے والے لوگ شریعت کی آواز پر چار سے زیادہ بیویاں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ معبودان باطلہ کے سامنے سربسجود رہنے والے خدائے واحد کے پرستار بن گئے۔ یہ ایک نظارہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں ملتا ہے۔

آج دنیا میں پھر ایک انقلاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے پیدا ہوا۔ اور لوگوں کی حالت میں ویسی تبدیلی ہوئی۔ کہ اگر اسے واضح اور مشرح طور پر لکھا جائے۔ تو پڑھنے والے حیران ہو جائیں۔ اور یقیناً اس زمانے میں اس کی مثال نہ ملے گی۔ الحکم کی اسی اشاعت میں اس تبدیلی کی چند مثالیں پیش کر کے احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ جہاں جہاں ایسی تبدیلی کے واقعات کا کسی دوست کا علم ہو۔ وہ مجھے لکھکر الحکم کے لئے بھیج دے ممنون ہوں گا۔

(۱)

ایک معتبر راوی کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ سالانہ جلسہ کا موقع تھا۔ کہ محلہ دارالانوار میں بعض کوٹھیوں میں بعض غیر احمدی مہمان ٹھیرے ہوئے تھے۔ ایک کوٹھی میں ٹھیرے ہوئے ایک مہمان نے ایک منتظم صاحب سے جو نہایت باعزت اور تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ گورنمنٹ پنشنر تھے۔ ساری عمر انہوں نے ملٹری سروس میں بحثیت افسر کے گزاری۔ اور سینکڑوں لوگوں سے کام کرایا۔ اور ان پر حکومت کی۔ کہا کہ میں قضائے حاجت کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ مگر کموڈ صاف نہیں۔ آپ اسے کسی سے صاف کرا دیں۔ ان دوست نے بہت اچھا کہکر خاکروب سے کہا۔ کہ فلاں جگہ کموڈ ہے اسے صاف کر دو۔ مگر خاکروب صاحب بھی کوئی خاص شان کے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ اب اس وقت تو میں اسے صاف نہیں کر سکتا۔ ہاں کل صبح کر دوں گا۔ ان افسر صاحب نے اسے بہت کہا۔ مگر وہ نہ مانا۔ حتیٰ کہ اسے انہوں نے ۸ رکے پیسے اپنے پاس سے دینے چاہے۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ اس پر اس منتظم دوست نے خیال کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ مہمان ہیں۔ میں ان کو کیا کہوں۔ کہ اس کا اس وقت انتظام نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ہمارے اندر سے ہر قسم کی انانیت کو صاف کرنے کے لئے آئے تھے۔ اور یہ بھی ایک قسم کی انانیت ہے۔ کہ میں کہوں۔ کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس لئے آؤ۔ آج اس انانیت کو قتل کر دیں۔

منہ پر کپڑا باندھا۔ سڑی ہوئی نجاست میں فینائل انڈیلی اور اس نجاست سے بھرے ہوئے برتن کو اٹھا کر زمین میں دفن کیا۔ اور اس برتن کو دھو کر صاف کر کے مہمان صاحب کو اطلاع دیدی۔ کہ برتن صاف ہے۔ اب آپ اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔

یہ ایک واقعہ ہے۔ آپ جس قدر اس واقعہ پر غور کرینگے آپ کی اس خاکساری اور تبدیلی کو اسی تعلیم کا نتیجہ پائیں گے۔ جو احمدیت کے ذریعے ان کو حاصل ہوئی۔

(۲)

بابا شبراتی ایک بوڑھا احمدی تھا۔ اس کے حالات الحکم میں چھپ چکے ہیں۔ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ تو ایک مکان میں پڑا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ پاخانے پیشاب کے لئے بھی جا نہیں سکتا تھا۔ اس کا جسم اس غلاظت سے لت پت ہو گیا۔ اور وہ غلاظت اس کے جسم پر جم گئی۔ کسی نے اس امر کی اطلاع حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو دیدی۔ حضرت میر صاحب غربا پر رحم کھانے والے اور نہایت ہی شفیق بزرگ ہیں۔ میر صاحب کی وجاہت ان کی نزاکت طبع۔ اور ان کی صفائی پسندی سب کو معلوم ہے۔ مگر بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت میر صاحب نے بابا شبراتی کو وہاں سے اٹھوا منگوایا۔ اپنے ساتھ دو آدمی لے کر خود اپنے ہاتھ سے اس کے جسم کو صاف کیا۔ اس کو نہلا دھلا کر صاف ستھرا بنا کر نئے کپڑے پہنا دیئے۔

یہ فعل کسی قسم کی بناوٹ یا تصنع سے نہ عمل میں آ سکتا ہے۔ اور نہ آیا۔ یہ خاکساری اور خدمت خلق کا جذبہ محض احمدیت کے طفیل ایک اتنے بڑے عالم اور بلند حسب و نسب رکھنے والے انسان میں پیدا ہوا۔

(۳)

اس سال مجلس مشاورت میں کسی گاؤں سے کچھ آدمی آئے۔ ان میں سے ایک دو دوست لالہ ملاوامل صاحب کو ملنے کے لئے آئے۔ اور ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سننے کی درخواست کی۔ وہاں انہوں نے اپنے احمدی ہونے کا ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ مجھ میں ہر قسم کے عیب موجود تھے۔ اور میں ایک بہت ہی برا آدمی تھا۔ ہمارے گاؤں میں ایک امام مسجد تھا۔ جو احمدی ہو گیا۔ میں ایک مخالفوں کی پارٹی لے کر اس کے مکان پر گیا۔ اور ہم نے اسے کہا۔ کہ ہم تیرا منہ کالا کر کے تجھے گدھے پر سوار کر کے تمام گاؤں میں پھرائینگے۔ اس احمدی بزرگ نے کہا۔ کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ ہم نے اس کا منہ کالا کیا۔ اور گدھے پر سوار کیا مگر ساتھ ہی ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اسے مادر زاد ننگا کر کے گدھے پر سوار کریں۔ اس احمدی نے کہا۔ کہ تم بیشک گدھے پر منہ کالا کر کے پھراتے رہو۔ مگر مجھے ننگا نہ کرو۔ لیکن ہم سب اس بات پر مصر رہے۔ تب اس بزرگ احمدی نے کہا۔ کہ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو میں تم کو بد دعا دوں گا۔ اس بات سے میرا سینہ لرز گیا۔ اور میرے اندر فوراً تبدیلی ہوئی۔ اور میں نے کہا۔ کہ نہیں نہیں اسے ننگا مت کرو۔ اس پر میرے ساتھی میرے بھی مخالف ہو گئے۔ مگر میں ڈٹ گیا۔ اور وہ رک گئے۔ اس شخص کے اس زبردست استقلال کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مجھے احمدیت نصیب ہوئی۔ اور آج میں ان تمام روحانی امراض سے شفایاب ہوں۔ اور مجھ میں کوئی بھی عیب جو اس وقت تھے باقی نہ رہا۔ اس نے ملاوامل جی کو یہ واقعہ سنایا۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعجاز تھا۔ جس نے ایک شقی القلب انسان کے اندر اتنی بڑی تبدیلی پیدا کر دی ٭

(۴)

ایک بزرگ صحابی نے ایک دوست کی بات سنائی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں وہ ضلع جالندھر یا ہوشیارپور کی طرف سے آئے۔ وہ اپنے علاقہ کے ذیلدار تھے۔ قادیان میں اس وقت بھی غیر احمدی لوگ جماعت احمدیہ کے خلاف انتہائی مخالفت اور عناد کا رنگ اختیار کئے ہوئے تھے۔ ان کے سینے بغض و حسد سے پھٹے جاتے تھے۔ اور وہ کوئی دقیقہ اس مخالفت کا اٹھا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان ذیلدار صاحب کو جب قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ وہ کسی کھیت کی طرف چلے گئے۔ جیسے ہی کہ وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے۔ ایک نہایت ذلیل سا زمیندار ان کے سر پر آ گیا۔ اور ان سے مطالبہ کیا۔ کہ اس غلاظت کو اپنے کپڑے میں باندھ لو۔ ان کو اس کی اس حرکت پر غصہ تو بہت آیا۔ مگر اس کو ضبط کر کے کہا۔ کہ:۔

"میں اپنے علاقہ کا ذیلدار ہوں۔ اگر تو ایسی حرکت میرے علاقہ میں کرتا تو میں تیرے ساتھ وہ سلوک کرتا۔ کہ تو یاد کرتا۔ اور یہاں بھی تجھے میں اپنے ہاتھ سے درست کر سکتا ہوں۔ مگر یہ جگہ ایسی ہے۔ کہ میں دم نہیں مار سکتا۔ کیونکہ یہ جگہ میرے آقا و امام کی بستی ہے"

یہ کہکر اس غلاظت کو کپڑے میں باندھ لیا۔ اور دور کسی جگہ جا کر پھینک دیا۔ بعد میں اس دوست نے حضرت مسیح موعود سے وہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا:۔

"ہمارے دوستوں کے اخلاق ایسے ہی ہونے چاہئیں"

سبحان اللہ کیسی تبدیلی ہے۔ کہ انانیت کو کچل کر رکھ دیا۔

الحکم زندہ رکھنے کیلئے ہماری جدوجہد

(اور)

احباب کی بے اعتنائی کی داستان

جو اصحاب حقیقت حال سے واقف نہیں۔ وہ خیال کرتے ہوں گے۔ کہ الحکم کی طرف ہماری توجہ نہیں۔ اور شاید ہماری سستی اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ کہ الحکم اس وقت کس مپرسی کی حالت میں لٹک رہا ہے۔ حالانکہ واقعات بالکل اس کے خلاف ہیں۔ الحکم کے قیام و بقا کے لئے جس قدر امکانی اور انسانی کوشش کا دخل ہے۔ اس حد تک اس کے زندہ رکھنے کے لئے ہماری طرف سے کوشش کی گئی ہے۔ میرے احباب جانتے ہیں۔ کہ میں ۱۹۳۸ء کے آخری ایام میں مرض ذیابیطس کا شکار ہوا۔ اس بیماری نے مجھ پر شدید سے شدید حملے کئے۔ میری صحت کو بالکل پامال کر دیا۔ میری بینائی کو اس قدر نقصان پہنچا۔ کہ میں کئی سال سے اب عینک کے بغیر پڑھ نہیں سکتا۔ میرے دانت تقریباً سب خراب ہو گئے۔ اور دو تو نکل گئے۔ معدہ کا نظام بالکل بگڑ گیا۔ پیشاب بکثرت آتا ہے۔ اس میں شوگر ہے۔ جو کبھی ۱۰ فیصدی تک بھی بڑھ جاتی ہے۔ ضعف و کمزوری کی یہ حالت کہ میں چلنے پھرنے میں سخت دقت محسوس کرتا ہوں اس حالت میں بھی میں نے الحکم کے درد کو اپنے دل سے نکالا نہیں۔ اپنے سینے پر کاغذ رکھکر۔ چت لیٹ کر تھوڑا تھوڑا لکھ کر اخبار پورا کرتا رہا۔ اور اس کے شائع کرنے کا اہتمام کرتا رہا۔ میں نے شدید سے شدید حالات مرض میں بھی یہ پسند نہ کیا۔ کہ الحکم کو بند کر دیا جائے۔ اس سے بڑھکر اور الحکم کے لئے کیا محنت کی جا سکتی ہے۔

لیکن اخبارات کی زندگی صرف مضامین کے لکھ دینے سے باقی نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک قابلیت اور ایڈٹ کا سوال ہے۔ الحکم کا جوبلی نمبر اس امر کی کھلی دلیل ہے۔ کہ الحکم کو اچھے سے اچھا اور بہتر سے بہتر ایڈٹ کیا جا سکتا ہے۔ مگر جب ایک دماغ دن رات کی ناکامیوں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہو۔ اور ہر لحظہ ایک چوٹ اس کے سینہ اور دل کو فگار کرتی رہے۔ وہ کیسے محنت کی طرف توجہ کر سکتا ہے۔

اخبارات جب تک قومی توجہ کا جاذب نہ ہوں وہ چل نہیں سکتے۔ ایک ایسا اخبار جس نے ایک مسلک کی ایک قوم کی خدمت میں چالیس سال صرف کر دیئے ہیں۔ اتنے لمبے عرصہ کی خدمت کے بعد وہ نہ اپنا اصول بدل سکتا ہے۔ اور نہ اپنے لئے کوئی نیا میدان تلاش کر سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی جدید میدان کی تلاش کی بجائے میدان صحافت سے نکل جانا زیادہ بہتر اور مناسب ہوگا۔ یہ زیادہ سے زیادہ وہ چیز ہے جو ایک با اصول اخبار نویس کر سکتا ہے۔ مگر کیا ایک ایسے اخبار کا جو جماعت کا چالیس سال سے خدمتگذار ہے قوم کی بے توجہگی کی وجہ ایک غیر طبعی موت مرجانا قوم کے لئے قابل افسوس اور باعث ندامت نہ ہوگا۔

احباب کی بے اعتنائی کے چند منظر

میں نے ہمیشہ اس امر سے گریز کیا۔ کہ میں کسی دوست اور محبّ کی شکایت ایسے رنگ میں کروں۔ کہ کسی کو معلوم ہو سکے کہ میں فلاں شخص کی شکایت کر رہا ہوں۔ اور نہ ایسے طریق سے میں دشمنوں کے لئے ہنسی کا سامان پیدا کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ میرے اس مضمون سے ممکن ہے کسی دشمن کو ہنسی کا موقعہ مل جائے۔ لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ دوستوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے۔ جو الحکم کو مورد الزام ٹھیراتی ہے۔ ایسے دوست بھی ہیں۔ جنہوں نے الحکم کو دو۔ ڈھائی روپے ارسال کئے۔ مگر اس وقت الحکم شائع نہ ہوتا تھا معرض التوا میں تھا۔ انہوں نے صبر نہ کیا۔ کہ پرچے نکل آئے۔ انہوں نے نظارت امور عامہ تک اپنا شکوہ پہنچایا۔ بلکہ بعض نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تک شکایت کی۔ اور اس روپے کے ذریعے سے ہر ممکن پراپیگنڈا کیا۔ مگر برخلاف اس کے الحکم کی قیمت نہ ادا کرنے والے اصحاب کا کمال دیکھئے۔

(۱)

افریقہ کے اصحاب کے ذمہ سوائے مکرمی سید محمود اللہ شاہ صاحب کے جو خریدار تھے سب کے ذمہ اخبار الحکم کی کئی سال کی قیمت نکلتی ہے۔ وہ سب مالدار لوگ ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب ان کے ذمہ بقایا ہے۔ مگر افسوس اُن میں سے کسی نے بھی توجہ نہ کی وہاں کے مبلغ شیخ مبارک احمد صاحب سے بھی میں نے ذکر کیا۔ اور اخبار میں اس فہرست کو بھی شائع کیا۔ مگر افسوس کہ وہ متمول طبقہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

(۲)

لاہور میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ انہوں نے بیس روپے سالانہ الحکم کی اعانت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک دفعہ یہ رقم ادا بھی فرمائی۔ اس کے بعد متواتر سالہا سال تک وہ وی پی واپس کرتے رہے۔ ان کی شان اتنی بلند تھی۔ کہ مجھے وہم بھی نہ گذرا۔ کہ وہ قیمت ادا نہ فرمائیں گے۔ اخبار جاتا رہا۔ میں نے انکاری وی پیوں کی کثرت دیکھکر ان سے عام قیمت کا مطالبہ کیا مگر اس کا بھی جواب ہوا۔ اور آج تک ایک پائی وصول نہ ہو سکی۔

(۳)

پنجاب کی ایک ریاست کے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ متواتر کئی سال سے قیمت ادا نہ کی۔ حتیٰ کہ میں نے تنگ آکر ان کو صرف ۴ کا وی پی کیا۔ وہ اخبار تو اصرار کے ساتھ لیتے رہے۔ مگر افسوس ۴ کا وی پی وصول نہ کیا۔ اور واپس کر دیا

(۴)

کاٹھ گڑھ کے ایک نہایت مخلص دوست جماعت کے کاموں میں پیش پیش رہنے والے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی سالانہ جلسہ سالانہ پر الحکم کا وی پی واپس بھیج کر دینے لگے۔ جنوری ۱۹۴۱ء میں رقم ارسال کروں گا فکر نہ کریں۔ مگر جب جنوری میں رقم نہ آئی۔ تو ان کی خدمت میں جاری کیا حسب معمول وی پی واپس آیا۔ اور اس کے ساتھ معذرت کا خط بھی نہ آیا۔ کئی سال کی قیمت ان کے ذمہ ہے۔

(۵)

ضلع ڈیرہ غازیخاں کے ایک بہت بڑے جاگیردار اور نہایت ہی مخلص صحابی کئی سال کی قیمت واجب الادا ہے۔ سالہا سال کے مطالبہ کے باوجود ادا کرنے کا نام نہیں لیا۔

(۶)

ضلع ہزارہ کے ایک بی۔ اے ایل۔ بی وکیل کئی سال کی قیمت۔ ان کے ذمہ بقایا ہے۔ ان کو یہ رقم نہ ادا کرنی تھی اور نہ کی۔

(۷)

کراچی کے مخلص دوست کئی سال تک اخبار لیتے رہے مطالبہ کرنے پر فرما دیا۔ کہ جب محمود احمد عرفانی مصر گئے تھے تو میں نے بعض چیزیں ان کو دی تھیں۔ اور وہ اتنی کی تھیں کہ قیمت ادا ہو چکی ہے۔ افسوس۔

(۸)

لاہور سے ایک احمدی اخبارات کے ایجنٹ الحکم جوبلی نمبر فروخت کے لئے منگوائے۔ جن کی تعداد ساٹھ سے اوپر تھی۔ قیمت کے مطالبے پر کہ پہلے آج کل کرتے رہے۔ پھر صرف پندرہ روپے مختلف ذرائع سے دیکر یہ کہدیا۔ کہ میں رقم دے چکا ہوں۔

(۹)

اسی طرح بہت سے دوست ایسے ہیں۔ جن کے ذمہ الحکم کا بقایا ایک سال کا یا دو سال کا ہے۔ بعض کے ذمہ جوبلی نمبر کی قیمت ہے۔ مگر وہ اس کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جب قیمتوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو وی پی واپس۔ خریداری سے انکار۔ اور طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے والے دوست نکل آتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ کہ کبھی الحکم چھپ کر کئی کئی ہفتہ پڑا رہتا ہے۔ کیونکہ ٹکٹوں کے لئے روپے نہیں ملتے۔ گذشتہ ۷۔ اپریل کا پرچہ آج ۲۰۔ اپریل تک میرے دفتر میں پڑا ہے۔ کیونکہ مجھے اخبار کے لئے ٹکٹ میسر نہیں ہوئے۔

خدا کے لئے غور کیجئے۔ کہ دوسرے پرچے لکھنے کیلئے میرا دماغ کسی محنت کو قبول کر سکتا ہے۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ ۷۔ اپریل کا پرچہ میری آنکھ کے سامنے پڑا ہے۔ اور وہ میرے دل و جگر میں ایک ناسور پیدا کرتا ہے۔ شروع اپریل میں جس قدر وی پی کئے سب واپس آئے۔ اور کسی کو یہ درد نہ ہوا۔ کہ ہم سے ۱۲ نی وی پی نقصان ہوا۔ معذرت تک ہی کر دیں۔ ایک ایک رم کاغذ خریدنے کے لئے مجھے امرتسر آدمی بھیجنا پڑتا ہے۔ جہاں کاغذ کی یہ حالت ہے۔ کہ ۱۲ کو جو کاغذ ملتا تھا۔ وہ ۳ ۲ مجھ کو ملتا ہے۔ اور ایک آنے جانے والے کا خرچ ڈالکر ایک رکھم آٹھ روپے بارہ آنے تک قیمت ہو جاتی ہے۔

غور فرمایئے۔ ان حالات میں ایک قلیل الاشاعت اخبار کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔ باوجود ان حالات کے ہم نے اس تحریک کو ٹوٹنے نہیں دیا۔ اخبار نکلتا رہتا ہے۔ اسے بند ہونے نہیں دیا۔ ہر ناکامی پر اپنے دل کو سنبھالا۔ اور ہر پریشانی پر کمر ہمت باندھی۔ کیا قوم کا اب کچھ بھی فرض نہیں رہا۔ وہ اپنے پرانے خدمتگذار اخبار کو زندہ رہنے میں مدد دے ۔

آپ کی اعانت تو الگ رہی۔ آپ کے ڈونیشنز تو جدا رہے۔ کیا اس مضمون کو پڑھ کر آپ کے قلب میں رقت پیدا نہ ہوگی۔ کہ الحکم کو زندہ رکھنے کے لئے اس کے بقائے ادا کردیں کیا میں یہ سمجھ لوں۔ کہ جو لوگ قیمت نہیں دیتے۔ ان کے دل سے خوف الٰہی نکل گیا ہے۔ اور وہ میری کسی آواز پر بھی کان نہیں دھریں گے۔

میں کہتا ہوں۔ آپ میرے حساب کو درست نہ مانیں۔ آپ اپنے حساب کے مطابق جو بھی قیمت آپ کے ذمہ ہے ادا کردیں مگر اس قدر تنگ دلی سے کام نہ لیں۔ کہ الحکم تو موت کے منہ میں جارہا ہے۔ اور آپ اس کی قیمت کا وہ حصہ بھی جو آپ کے نزدیک واجب ہے۔ وہ بھی ادا نہ کریں۔

محمود احمد عرفانی

دعا اور اُس کا محنتانہ

خدا بھلا کرے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کا جنہوں نے ایک بہت بڑی بدعت کے مٹانے کے لئے اپنی آواز بلند کی ہے آپ نے الفضل ۱۸ اپریل میں ایک نہایت قیمتی مضمون اس موضوع پر لکھا۔ ہماری جماعت میں بعض ایسے لوگ پیدا ہوگئے تھے۔ جو دعاؤں کو تجارتی رنگ میں فروخت کرنے لگے تھے۔ اور وہ خود اور ان کے متعلقین اس امر کا پراپیگنڈہ کیتے۔ کہ فلاں صاحب کی دعا اللہ تعالیٰ بڑی قبول کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ تو اپنے بندوں کی دعائیں ہر وقت سنتا ہے۔ اور انہیں قبول بھی کرتا ہے۔ مگر کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ نے بعض لوگوں کو اس امر کے لائسنس دے رکھے ہوں۔ کہ ان کی دعا کبھی ردّ نہ کی جائیگی۔ ہم نے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے سنا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ مجھ کو دعا کے لئے لکھتے ہیں

میں کوئی خدا تعالیٰ کا پرائیویٹ سیکرٹری نہیں ہوں۔

اس سے اُن کی غرض یہ ہوتی۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کا پابند نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ دعا جو آپ کو میاں عبدالرحیم خاں کی بیماری میں دعا کرنے کے وقت پیش آیا۔ ہر احمدی کو معلوم ہے۔ اگر ایک نبی بھی بعض اوقات اذن الٰہی کے بغیر کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا۔ تو ایک مومن کو یہ کہاں جرأت ہے۔ کہ وہ کسی کام کے لئے ٹھیکہ کرے۔ یہ ایک غلطی اور غلط فہمی ہے۔ جس میں بعض لوگ مبتلا ہیں۔

میں نے دیکھا۔ کہ بہت سے احباب اس قسم کی دعا فروشی کی تجارت سے کڑھتے تھے۔ مگر وہ کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔ حضرت میر صاحب نے بہت بڑی اہم بدعت کے انسداد کیلئے اپنی آواز بلند کی۔ ضرورت ہے۔ کہ ہر جگہ اس مضمون کی اشاعت کی جائے۔ تا کہ لوگ یہ سمجھ لیں۔ کہ ایسی بدعتوں سے بچنا بڑا ضروری ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ اس سے یہ بھی اندیشہ ہے۔ کہ چھوٹے چھوٹے حلقے ارادتمندی اور عقیدتمندی کے پیدا ہو کر کسی وقت کئی قسم کی قباحتیں پیدا کردیں۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعائیں فرماتے تھے۔ اور کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل۔ اور اب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور اکابرین جماعت دلسوزی سے دعائیں کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی سے دنیا کی حقیر سی حقیر چیز کے بھی خواہشمند نہیں ہوئے۔ یہی وہ صحیح طریق ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ دعا کرنے والے انسان کی خدمت میں کسی رنگ میں بھی کوئی ہدیہ وغیرہ پیش کرنا منع ہے۔ بلکہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان کے ماتحت اگر کوئی شخص ایسے بزرگوں کی خدمت کے لئے اپنے اندر جذبہ محسوس کرے۔ تو یہ بالکل مناسب اور درست ہے۔ مگر ٹھیکہ داری کا طریق تو اسلام نے جائز نہیں رکھا۔ اس مناسبت سے حضرت میر صاحب کا ایک اقتباس شائع کرتا ہوں۔ تا کہ احباب اس حقیقت سے کماحقہ آگاہ ہوسکیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"پس ہم احمدیوں کا یہ طرۂ امتیاز ہے۔ کہ ہم ہر وقت خدا سے خیر طلب کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں یہ ایک صراط مستقیم ہے۔ وہاں افسوس ہے۔ کہ ایک چھوٹی سی غلط پگ ڈنڈی بھی کچھ دنوں سے نمودار ہو رہی ہے۔ جس پر کبھی کبھی بعض ناواقف لوگ غلطی سے قدم رکھ دیتے ہیں جس سے وہ صراط مستقیم کی واضح سڑک سے قدرے دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ غلط پگ ڈنڈی یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی دعاؤں کے متعلق لوگوں کے سامنے یہ اظہار کرتے ہیں۔ کہ ہماری دعائیں تیر بہدف ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ہم سے دُعا کرانا چاہے۔ وہ اس قدر نذرانہ پیش کرے۔ یا اگر کام ہوگیا۔ تو اس قدر رقم ادا کی جائے گی۔

غرض بعض اصحاب نے دُعا گو ہونے کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ اور مختلف ضرورتوں والے اصحاب اُن سے ملتے۔ اور اپنے لئے دعائیں کراتے ہیں۔ اور نذر کا وعدہ لیا جاتا ہے۔ اور کامیابی پر ٹھیکہ کا طریق اختیار کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص نذر مقرر کر کے ادا نہ کرے۔ تو اس کی سزاؤں کا ذکر اپنی مجلسوں میں کیا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص نے مجھ سے دعا کرائی۔ مگر باوجود مقصد میں کامیاب ہو جانے کے اس نے مقررہ وعدہ پورا نہ کیا۔ جس کی وجہ سے وہ فلاں سزا میں گرفتار ہوگیا۔ اور فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اور اس کے گھر نرینہ اولاد ہوگئی۔ یا وہ مقدمہ جیت گیا۔ یا فلاں طالب علم پاس ہوگیا۔ یا فلاں تاجر کو تجارت میں بڑا نفع ہوا۔

غرض اپنی مجلسوں میں اپنی خوابوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اپنی خوابوں اور کشوف کا اعلان انبیاء و مامورین اور ان کے خلفاء اور آئمہ ہی کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام جماعت کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اور نمائندے کے صدق و کذب کا اثر ساری جماعت پر پڑتا ہے۔ لیکن یہ لوگ نہ مامور ہیں۔ نہ اُن کے خلفاء اور پھر اپنی خوابوں کا ماموروں کی طرح تحدی سے اعلان کرتے ہیں۔

حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خطرناک گروہ کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک خطبہ میں اس پیشہ ور گروہ کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا ہے۔ اور ان سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ پس میں قرآن و حدیث کے ارشادات اور صحابہ کے نمونے کو دیکھ کر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں صاف صاف لفظوں میں اس مضمون کے ذریعے جماعت کو آگاہ کرتا ہوں۔ کہ دعا گوئی کا کوئی پیشہ اسلام میں نہیں۔ اور اسلام اس سے بری الذمہ ہے۔ ہاں انبیاء اور ان کے خلفاء کو تمام دعاوی اور تحدیاں اور لوگوں کے سامنے اپنی دعاؤں کے نمونے پیش کرنا اور دعاؤں کے لئے مقابلے کا چیلنج دینا۔ اور دعاؤں پر نذریں یا شرطیں ٹھہرانا یہ سب جائز بلکہ مستحسن بلکہ نہایت ضروری ہیں۔ کیونکہ وہ سچے مذہب کے سچے نمائندہ ہوتے ہیں۔ لیکن غیر مامور جو نہ خلیفہ ہو نہ امام۔ وہ اگر دعا گوئی کی ایک مد نکال لے۔ اور لوگوں میں اپنی دعاؤں کی قبولیت کا چرچا کرے۔ اور اس طرح لوگوں کو اپنی دعائی دوکان کی طرف بلائے۔ تو یقیناً یہ ایک بدعت ہے۔ جس کا دُور ہونا جس قدر جلد ممکن ہو ضروری ہے۔ ورنہ آج جب کہ یہ بدعت اپنی ابتدائی شکل میں ہے۔ اگر جلد بند نہ کی گئی۔ تو یقیناً آگے چل کر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ اس کو دُور کرنے کے لئے اجتماعی کوششیں بھی بارآور نہ ہوں گی"

بچے کا نام

حضرت والد صاحب عرفانی کبیر نے عزیز مکرم شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی کے بچے کا نام سلطان نیر فد بخت تجویز کیا ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے۔ کہ بچے کی درازئے عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرما کر عند اللہ مشکور ہوں۔

محمود احمد عرفانی

رسالہ البشیر

رسالہ البشیر جو کچھ عرصہ سے معرض التوا میں تھا۔ اب اپریل سے پھر شایع ہونا شروع ہوگیا ہے۔ البشیر کا اب پروگرام میں نے تبدیل کردیا ہے۔ آئندہ کے لئے میں اسے اپنے رسالے اسلامی دنیا کا قائمقام بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس رسالہ میں ایسے مضامین شایع ہوا کریں گے۔ جو ممالک اسلامیہ سے تعلق رکھیں گے۔ اور عربی ممالک کی تاریخ اور نامور مردوں عورتوں کے حالات قابل قدر مضامین کے ترجمے بھی شایع کئے جایا کریں گے۔ چنانچہ مارچ کے نمبر۔ صحرائے لیبیا کے متعلق ایک قیمتی مضمون۔ شام میں حرب دروز۔ امیر عبدالکریم سردار ریف کی جنگ۔ باحثہ بادیہ نہایت اہم اور تحقیقاتی مضمون درج ہیں۔

اپریل کے نمبر میں ان مضامین کا دوسرا حصہ اور بعض اور قیمتی مضامین درج کئے گئے ہیں۔

مئی کے نمبر میں شیخ جمال الدین افغانی کی سیرت کے علاوہ قاہرہ کی سیر ایک لطیف مضمون درج ہو رہا ہے جو احباب اس رسالے کی خریداری کے شایق ہوں۔ وہ تین روپے کا منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرماویں۔

(محمود احمد عرفانی)

قبولیت دعا کا ایک عجیب واقعہ
اور
سلسلہ احمدیہ کی سچائی کی ایک دلیل

(جناب قریشی افضال احمد قادیان سابق مبلغ علاقہ ملکانہ ساندھن آگرہ)

چند سال کا واقعہ ہے۔ کہ موضع بھوساور علاقہ ریاست بھرت پور کے چند غیر احمدی دوستوں نے ہمارے مرکز دار الامان قادیان میں کئی خطوط دعا اور کسی احمدی مبلغ کو اپنے گاؤں میں بلوانے کے لئے بھیجے تھے۔ وہ اس لئے کہ موضع مذکورہ کے آریہ خیال لوگوں نے جو تعداد میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے ایک بحث مباحثہ کا بہانہ بناکر خطرناک حملہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ خاکسار کو جو اس وقت ساندھن میں مبلغ تھا موجودہ امیر صاحب کے حکم اور مرکز کی گئی ہوئی چٹھی کے مطابق موضع بھوساور جانے کا حکم دیا گیا۔ کہ ان لوگوں کی صحیح معنوں میں امداد کی جاوے۔ چونکہ یہ معاملہ بہت ہی خوف اور پریشانی کا تھا۔ خاکسار دعا کرتا ہوا کہ یا الٰہی ان غریب مسلمانوں کی عزت رکھیو علاقہ ریاست بھرت پور کے اسٹیشن کھیلی میں پہنچا۔ اور وہاں سے پتہ لگاتا ہوا دوسرے دن موضع بھوساور پہنچا۔ اور وہاں کے ایک حکیم صاحب سے جو سید قوم سے تھے ملاقات ہوئی۔ اور اُن سے کل واقعات سے آگاہی حاصل کی اور اس کے بعد حکیم صاحب نے اپنی زبانی سنایا۔ کہ آج جو تھا دن ہے۔ کہ سارے گاؤں بھوساور کے ہندوؤں نے اچھی تعداد میں خاصکر آریہ خیال لوگوں نے ملکر اپنے مندر میں پنچایت کی تھی۔ کہ دن نکلنے سے پہلے پہلے ان سیدوں کے گھروں پر حملہ کردیا جاوے اور بعد میں ان ملتانی مسلمانوں پر (یہ ملتانی مسلمان وہ لوگ ہیں جو کپڑا بننے کا کام کرتے ہیں۔ اور گاؤں کے مغربی جانب رہتے ہیں۔ ان لوگوں کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ یہ لوگ شاید ملتان کی طرف سے یہاں آکر آباد ہوئے ہوئے ہیں) اور یہ خبر مجھ کو تقریباً دس گیارہ بجے رات کے ایک ہندو دوست کی زبانی جو کہ میرا ہی خواہ تھا۔ میرے مکان پر آکر بیان کیا۔ اس پر میں نے اپنے سارے سیدوں کو جو تعداد میں تیس بتیس کے قریب تھے جمع کرکے یہ مشورہ کیا۔ کہ ہم ان ہندوؤں کا مقابلہ کسی طرح کر نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہوگا۔ کہ ہم سب کے سب مسجد میں جمع ہو جائیں۔ اور ہماری عورتیں اور بچے ہمارے مکان کی چھت پر پہنچ جاویں۔ جب خدا نخواستہ واقعہ میں انہوں نے ایسا واقعہ کردیا۔ تو ہم لوگ ان کا مقابلہ کرکے جان دے دیں گے۔ اور ہماری عورتیں اور بچے اپنی بے عزتی سے پہلے پہلے مکان کی چھت سے گر کر اپنی جان دیدیں۔ اور ایسی وقت دو تین آدمیوں کو علاقہ کے تھانہ پر یہ قاتلانہ حملہ کی سازش کی بابت رپورٹ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ چونکہ تھانہ وہاں سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ ایسی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ کہ تھانہ دار عین وقت پر یہاں آکر ہماری جان بچائیں گے صرف یہ سب کارروائیاں خدا تعالےٰ کے بھروسہ پر کی گئی تھیں۔ آخر وہی ہوا۔ کہ گاؤں کے سارے آریہ خیال اور دیگر ہندوؤں نے رات گذرنے سے پہلے پہلے گاؤں کے مغرب کی جانب سے شور و غل کرتے ہوئے جنوب کی طرف ایک باغیچہ میں مسلح ہوکر اکٹھے ہو گئے۔ مگر قادیان والوں کی دعا کی برکت سے عجیب بات ہوئی۔ وہ یہ کہ ایک اونٹنی اس حملہ کرنے والوں میں نہ معلوم کدھر سے آگئی۔ اور ادھر اُدھر دوڑنے بھاگنے لگی۔ اور غول کو چیرنا پھاڑنا شروع کیا۔ اور ساتھ ہی اس کے چار پانچ آدمی نیلا تہمد والے جن کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ڈنڈے تھے ان حملہ آور ہندوؤں کو پیٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ یہ ماجرا ہوتا رہا پھر کیا تھا۔ کہ نہ وہاں کوئی آدمی رہا۔ اور نہ وہ لوگ رہے۔ جو خدائی ہاتھ بن کر آئے تھے۔ اب آٹھ نو بجے تھانہ دار صاحب آئے اور ہندوؤں کا بیان لیا۔ چونکہ ان لوگوں پر خدائی رعب طاری تھا۔ سچ سچ بیان کردیا۔ اس پر تھانہ دار صاحب حیران رہ گئے۔ اور اپنے تھانہ کو واپس چلے گئے۔

خاکسار کی ان چند سطور کے لکھنے سے آپ صاحبان کے دلوں پر ایک ناچیز بندہ کا رعب اور خیال بالکل نہیں رہ سکتا۔ کئی لوگوں نے جو مجھ سے جو آج کل دنیا کی حالت جنگ کی وجہ سے برباد ہو رہی ہے گھبراتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ یہ کیا ہوکر رہے گا۔ اس کے جواب میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے۔ جو واقعہ میں احمدی ہیں۔ اور جن کو مصلح موعود یعنے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ پر یقین ہے۔ کہ جن کو دعا پر یقین اور بھروسا کا سارا انحصار ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلا کر احمدیت کا بول بالا کرے گا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یہ فتنہ عظیم الشان ہے۔ مگر دعا کرنے والا ہی خدا کا شیر اس فتنہ سے زیادہ عظیم الشان طاقت والا ہے۔ اور دعا کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر تعداد ہے۔ اس لئے اس وقت سچے مسلمانوں کے لئے خدا تعالےٰ کے حضور خاص طور سے دعا کرنے کی درخواست ہے ٭

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد
جنگ میں حکومت کو ہر قسم کی امداد دینے کے متعلق

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ۱۳ اپریل مجلس مشاورت کے اختتام پر جو تقریر فرمائی۔ اس میں حکومت کو ہر طرح امداد دینے اور موجودہ جنگ کو کامیاب بنانے کے متعلق بھی نہایت اہم نصائح فرمائیں۔ جن کا مفہوم درج ذیل کیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

آج کل جنگ کی وجہ سے نہایت خطرناک ایام ہیں۔ ان دنوں میں دوستوں کو اپنی ذمہ داریاں خاص طور پر سمجھنی چاہئیں۔ بعض باتیں بظاہر بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے نتائج بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہزاروں نہیں۔ لاکھوں ہندوستانی جنگ کے لئے ہندوستان سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ان میں سینکڑوں احمدی دوست بھی شامل ہیں۔ ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو محفوظ رکھے اور جنگ کے خطرات سے بچائے۔

اس کے بعد حضور نے جنگ کیلئے جانے والوں کے آرام و آسائش کی خاطر چندہ کی جو تحریکات ہوتی ہیں۔ ان میں حتی المقدور شامل ہونے کا ارشاد فرماتے ہوئے کہا:۔

چونکہ ہم براہ راست اپنے بھائیوں تک جو اس وقت میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ کوئی چیز نہیں پہنچا سکتے۔ اگر ان تک کوئی چیز پہنچ سکتی ہے۔ تو صرف انہی محکموں کے ذریعے جو گورنمنٹ نے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جنگ کے لئے چندہ کی جو تحریکیں ہو رہی ہیں۔ ان میں ہر شخص کو اپنی وسعت کے مطابق حصہ لینا چاہیئے۔ اس سے ہمارے نفس کے اندر یہ احساس ہمیشہ تازہ رہے گا۔ کہ ہمارے بھائی جو میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ اُن کے آرام اور راحت کا خیال رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

آج کل جنگی اغراض کے لئے جو بھرتیاں ہو رہی ہیں۔ ان میں شریک ہونے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ہزاروں لاکھوں لوگ جو باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اور اُن کی امداد کرنا ہمارا فرض ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حب الوطن من الایمان۔ کہ وطن سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ پس وہ مائیں جن کے بیٹے جنگ کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ بہنیں جن کے بھائی جنگ کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اور وہ بیٹے جن کے باپ جنگ کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ہندو ہیں۔ یا سکھ ہیں۔ یا عیسائی ہیں۔ ان کے غم اور دکھ کا ہم پر اثر ہونا یقینی امر ہے۔ یاد رکھو فوج کو جب تک کمک نہیں پہنچتی۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پس وہ لوگ جو بھرتی میں حصہ لیتے اور گورنمنٹ کی اس معاملہ میں مدد کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ وہ حکومت برطانیہ کو کامیاب بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ بلکہ جو لوگ پہلے لڑائی کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ انکی حفاظت کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ پس اس نقطہ نگاہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص فوجی بھرتی میں روک ڈالتا ہے۔ اگر کوئی ریکروٹنگ میں دلچسپی نہیں لیتا۔ اور یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے اس میں دلچسپی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ تو جنگ میں مارے جانے والوں کے ذمہ وار خدا کے حضور ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ کیونکہ اگر میدان جنگ میں کوئی ایک سپاہی بھی اس لئے مارا جاتا ہے۔ کہ اگر اس کے ساتھ کوئی اور سپاہی ہوتا۔ تو بچ جاتا۔ تو اس کے قاتل وہی لوگ ہوں گے۔ جو بھرتی میں کسی طرح روک ڈالیں گے۔ پس ہمارے وہ بھائی جو میدان جنگ میں جا چکے ہیں۔ ہر طرح ان کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس نازک وقت میں یہ کہنا کہ ہمیں اس جنگ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جو ہم سے پوچھ کر نہیں کی گئی حماقت اور نادانی ہے۔ اس وقت تمام ہندوستانیوں کا فرض ہے کہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کی کوشش کریں ٭

اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی اہم امر جس کی طرف حضور نے توجہ دلائی۔ یہ ہے۔ کہ عام لوگ ادھر اُدھر کی باتیں سنکر یا اخباروں کی بعض خبروں سے نتائج نکال کر یا پھر جرمن ریڈیو کی جھوٹی اور مبالغہ آمیز خبریں سنکر جرمنی کی کامیابی اور بہادری کے قصے بیان کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح جرمنی کے غلبہ اور رُعب کے پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جو نہایت نقصان رساں امر ہے۔ حضور نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس قسم کی باتوں سے بھرتی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور بد دلی پیدا ہوتی ہے۔ پس اس پہلو میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ ان دنوں ایسی باتیں کرنا جن سے کسی رنگ میں جرمنوں کو تقویت پہنچ سکتی ہو سخت ظلم ہے۔ اور ان لاکھوں انسانوں پر ظلم ہے۔ جو میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ان ہدایات .. پر نہ صرف ہماری جماعت کے تمام لوگوں کو پوری طرح عمل کرنا چاہیئے۔ بلکہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ دوسرے لوگ بھی انہیں پیش نظر رکھیں۔ کیونکہ اس میں اُن کا اور ان کے ان بھائیوں کا فائدہ ہے۔ جو اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھکر میدان جنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے ہندوستان میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

(الفضل)

الحکم کیلئے روپیہ کی ضرورت

دنیا کا کوئی کام روپے کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اور اخبار تو بالکل روپے کے بغیر چل نہیں سکتے۔ کاغذ کی قیمت اب تین گنا کے قریب ہو رہی ہے۔ ہماری مفلسی کی یہ نشانی ہے۔ کہ ۷ اپریل کا پرچہ ٹھیک تاریخ پر شائع ہوا۔ دو ہفتے بغیر ٹکٹوں کے پڑا رہا۔ دو ہفتہ کے بعد روپیہ ہاتھ آیا۔ تو اسے پوسٹ کیا گیا۔ جو احباب الحکم لے رہے ہیں۔ خدا کے لئے وہ اپنے اندر اس امر کا خیال پیدا کریں۔ اور ہماری ضرورت کا احساس کریں۔ میں اس پرچے کی اشاعت کے ساتھ وی پی بھیج رہا ہوں۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ یہ وی پی وصول فرما کر ممنون فرمائیں۔

(محمود احمد عرفانی)

اخبار الحکم کیلئے ایک سو ہمدردوں کی ضرورت

پانچ روپیہ ماہوار کی قسط میں الحکم کے گذشتہ فائیل

ہم کو اخبار الحکم کے قیام و بقا کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اگرچہ بہت سے ایسے دوست بھی ہیں۔ جن کی طرف الحکم کے بقایا جات جمع ہیں۔ اور الحکم موت و حیات کے تلاطم خیز سمندر میں تھپیڑے کھا رہا ہے۔ مگر ان کے قلب پر کوئی اپیل کوئی دلگداز حالت مؤثر نہیں ہوتی۔ وہ ایک ہی چیز جانتے ہیں۔ کہ وہ خاموشی اختیار کر رکھیں۔ اگر خاموشی سے لوگوں کے حقوق ٹلائے جا سکتے ہیں۔ تو ان کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اپنے چند روپے بچا لئے۔ اور اگر یہ حقوق کا سوال ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کے حضور پوچھا جائیگا۔ تو ان کو اس کی فکر کرنی چاہیئے۔

میں ایک عرصہ تک یقین رکھتا تھا۔ کہ ہماری یہ رقم ضائع نہیں ہو سکتی۔ مگر اب مجھے ایک لمبے عرصے کے تجربہ سے یقین ہو چلا ہے۔ کہ اس رقم کی وصولی کی بظاہر کوئی امید نہیں۔ لیکن میں ایسے احباب کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ الحکم اپنے مطالبہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس لئے اگر حقیقت میں ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز ہے۔ تو وہ اس قرضہ کو بھی دوسرے قرضوں کی طرح ادا کر دیں۔ یہ رقم جو احباب سے واجب الوصول ہے۔ وہ چار ہزار کی بڑی رقم ہے جس کی عدم وصولی نے الحکم کو اس نوبت تک پہنچا دیا۔ اس وقت حالت یہ ہے۔ کہ الحکم کا فنڈ بالکل صفر ہے۔

مگر

ہم اسے جاری رکھنے کے لئے انتہائی جدوجہد کرنی چاہتے ہیں۔ اسلئے ہماری تجویز یہ ہے۔ کہ

الحکم کے گذشتہ فائلوں کو فروخت کر دیا جائے

اور اس رقم سے الحکم کو زندہ رکھنے کی سعی کی جائے۔

اس غرض کے لئے

میں الحکم کے ایک سو ہمدردوں کو پکارتا ہوں۔ جو

پانچ روپیہ ماہوار کی قسط

ادا کریں۔ ہر قسط کی ادائیگی پر ان کو ایک سال کا فائل بھیجدیا جایا کرے گا۔ اس طرح سے وہ قیمتی خزانہ جو الحکم کے فائلوں میں محفوظ ہے۔ آپ کے پاس پہنچ جائیگا۔ گذشتہ چالیس سال کی تاریخ ان فائلوں میں آپ کو محفوظ ملیگی۔ [illegible] کے بھرے ہوئے [illegible]۔ خدا کے مامور و مرسل کی مجلسوں کا حال چلتے۔ پھرتے۔ بیٹھتے۔ اٹھتے ہر مجلس کا رنگ و نقشہ اس میں نظر آئے گا۔ آسمانی وحی اور ایمان افروز مکاشفات آپ کو پڑھنے کو ملیں گے۔ یہی وہ الحکم ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اپنا ایک بازو قرار دیا تھا

یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ سلسلہ کے بزرگوں مثلاً حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خطبے۔ ان کے ہاتھ کی تحریریں۔ یہ سب چیزیں آپ کو الحکم میں ملیں گی۔

الحکم کے گذشتہ فائل زیادہ سے زیادہ ایک سو ہوں گے۔ جن کو دفتر الحکم گذشتہ چالیس سال سے سنبھال کر رکھ رہا ہے۔ جب یہ پرچے فروخت ہو جائیں گے۔ تو کسی قیمت پر بھی دستیاب نہ ہوں گے۔

خدا نے جن کو وسعت دی ہے

وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ بڑی بڑی انجمنوں کے ارکان اپنی لائبریریوں کے لئے الحکم کے اس مجموعے کو خرید لیں۔ کیونکہ ایسا بہتر موقع پھر میسر نہ آئے گا۔ آپ کی ذرا سی توجہ سے آپ کو ایک بہت بڑے نادر المثال خزانہ کا مالک بنا دیگی۔ اور ہم کو الحکم کے زندہ رکھنے کے لئے ایک اچھی مدد پہنچ سکے گی۔ والسلام۔

المشتھر

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان دارالامان

سیرت مسیح موعود نمبر

الحکم کا سیرت مسیح موعود نمبر ۲۸ مئی شائع ہوگا۔ یہ نمبر قابل دید ہوگا۔ ایک ایک مضمون پڑھنے کے قابل ہوگا۔ اگر آپ زائد کاپیاں خریدنا چاہیں۔ تو آج ہی آرڈر مع قیمت ارسال فرما دیں۔ فی کاپی ۳؍

تعارف

خدمت خلق۔ قادیان میں کچھ عرصہ سے ایک نیا ادارہ خدمت خلق کے نام سے قائم ہے۔ مختلف دوستوں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ اس ادارہ کے مالک سید عبد اللہ شاہ صاحب انتہائی کوشش سے بہترین ادویات مفرد و مرکب مہیا کرتے ہیں۔ چونکہ ان کا کام لوگوں کی زبانی قابل ستائش سنا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم بھی احباب تک ان کا ذکر پہنچاتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ ان سے معاملہ کرنے والے کسی قسم کا نقصان نہیں اٹھائیں گے۔